آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء — ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۱ھ

چندہ سالانہ ۔ عام ۔ طلباء

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اختلافاتِ بائیبل

(سلسلے کے لیئے دیکھو جلد ۱۲ نمبر ۱)

(۱۰۴) جب انہوں نے نگاہ کی تو اُس پتھر کو انہوں نے ڈھلکایا ہوا دیکھا...اور قبر میں جاکر انہوں نے ایک جوان کو سفید پوشاک پہنے دہنی طرف بیٹھے ہوئے دیکھا۔ (مرقس ۱۶/۵)

(۱۰۴) اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکایا ہوا پایا اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی.... اور دیکھو دو شخص چمچماتی پوشاک پہنے اُن کے پاس کھڑے تھے (لوقا ۲۴/۴)

(نوٹ) مسیحی صاحبان فیصلہ کریں کہ ایک شخص تھا یا دو تھے اور بیٹھا تھا یا کھڑے تھے؟

(۱۰۵) پس اے بھائیو یہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ اُسی کے (مسیح) وسیلے تم کو گناہوں کی معافی کی خبر دیجاتی ہے

(اعمال باب ۱۳ ورس ۳۸)

نوٹ: اعمال میں لکھا ہے کہ یسوع کی قربانی سے کل گناہ معاف ہوگئے۔ مگر عملی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ پیدائش میں جس گناہ کا ذکر ہے اُس کی سزا سے ابتک مسیحی قوم کو نجات

(۱۰۵) لیکن وہ جو روح قدس کے حق میں کفر بکے اسکی معافی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب کا سزاوار ہو چکا

(مرقس باب ۳ ورس ۲۹)

اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ

حاصل نہیں ہوئی اور نیز مرقس بھی ایک قسم کا گناہ بیان کرتا ہے جو یسوع کی قربانی سے معاف نہیں ہوسکتا۔

بجھ پر حکومت کرے گا۔

(پیدائش باب ۳۔ ورس ۱۶)

(۱۰۶) وے سب کے سب جو یعقوب کے ساتھ مصر میں آئے اور اُسکے صُلب سے پیدا ہوئے انکے سوا جو یعقوب کے بیٹوں کی جوروان تھیں چھیاسٹھ شخص تھے اور یوسف کے دو بیٹے تھے جو زمین مصر میں پیدا ہوئے سو وے سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے اور مصر میں آئے ستر جانیں تھیں

(پیدائش باب ۴۶۔ ورس ۲۶-۲۷)

(۱۰۶) تب یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور اُس کے سارے کنبے کو جو پچھتر شخص تھے بلا بھیجا۔

(اعمال ۷۔ ورس ۱۴)

اور ساری جانیں جو یعقوب کی صُلب سے پیدا ہوئیں ستر تھیں اور یوسف مصر میں تھا

(خروج باب ۱۔ ورس ۵)

نوٹ۔ یہ عجیب گڑبڑ ہے۔ کیا کوئی مسیحی اس گڑبڑ کو دُور کر کے مختلف بیانوں میں تطابق دکھا سکتا ہے۔

(۱۰۷) سو ساؤل نے ہرکاروں سے یسّی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بیٹے داؤد کو جو بھیڑ بکریوں پر مقرر ہے مجھ پاس بھیج

اور داؤد ساؤل پاس آیا اور اُسکے حضور کھڑا ہُوا اور اُس نے اُسے بہت پیار کیا سو وہ اُس کا سلح بردار ہُوا اور ساؤل نے یسّی کو کہلا بھیجا کہ داؤد کو میرے حضور رہنے دیجیئے کہ وہ میرا منظور نظر ہُوا ہے

(۱ سموئیل باب ۱۶۔ ورس ۱۹ اور ۲۱-۲۲)

(۱۰۷) اور ساؤل نے جسوقت داؤد کو فلسطی کے سامنے جاتے دیکھا تو اُس نے لشکر کے سردار ابنیر سے پوچھا اابنیر یہ جوان کس کا بیٹا ہے ابنیر بولا اے بادشاہ تیری جان کی قسم مَیں نہیں جانتا تب بادشاہ نے کہا تُو تحقیق کر کہ یہ جوان کس کا فرزند ہے۔

(۱ سموئیل باب ۱۷۔ ورس ۵۵-۵۶)

(۱۰۸) جھوٹی گواہی نہ دے

(مرقس باب ۱۰- ورس ۱۹)

نوٹ - اگر مسیح کے شاگردوں سے کوئی شخص پوچھتا کہ یہ شخص کون ہے تو اسوقت مسیح کے شاگرد کیا جواب دیتے ؟

(۱۰۹) اپنے ماں باپ کی عزت کر

(مرقس باب ۱۰- ورس ۱۹)

نوٹ :- غالباً اس کے جواب میں مسیحی صاحبان یہ عذر کرینگے کہ یہ اختلاف تاریخی واقعات یا تعلیم میں نہیں ہے بلکہ یہ مسیح کے قول و فعل میں اختلاف ہے - مگر یہ توجیہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح جو تعلیم دوسروں کو دیتا تھا خود اسپر عمل نہیں کرتا تھا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

اتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم

(۱۱۰) مَیں (یسوع) تم سے سچ کہتا ہوں کہ مَیں انگور کا رس جس دن تک خدا کی بادشاہت میں اُسے نیا نہ پیوں پھر نہ پیونگا -

(مرقس باب ۱۴- ورس ۲۵)

(۱۰۸) تب اُس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ مَیں یسوع مسیح ہوں

(متی باب ۱۶- ورس ۲۰)

(۱۰۹) جب وہ (یسوع) جماعتوں سے یہ کہہ رہا تھا دیکھو اُس کی (یسوع کی) ماں اور اُس کے بھائی باہر کھڑے اُس سے بات کیا چاہتے تھے تب کسی نے اُس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے بات کیا چاہتے ہیں پر اُس نے جواب میں خبر دینے والے سے کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی

(متی باب ۱۲- ورس ۴۶ تا ۴۸)

(۱۱۰) بھلا یہ ہے کہ تو گوشت نہ کھاوے مَے نہ پیوے - (رومیوں باب ۱۴- ورس ۲۱)

نوٹ - اس کا جواب شائد مسیحی صاحبان یہ دیں کہ مے نہ پیوے کا حکم یسوع مسیح کا نہیں بلکہ پولوس کا ہے جو مسیح کی صحبت سے بہرہ مند نہ ہوا تھا اور یسوع کے نزدیک شراب حرام نہ تھا کیونکہ یسوع کا پہلا معجزہ شراب کے بنانے کا تھا اور یہ شراب اُسوقت لوگوں کو پلائی گئی جبکہ وہ پہلے

(۱۱۱) پر اُس نے (یسوع نے) پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو تُو میرے لیئے ٹھوکر کا باعث ہے

(متی باب ۱۶۔ ورس ۲۳۔)

(۱۱۱) پطرس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا رسول ہے۔

(۱۔ پطرس باب ۱۔ ورس ۱)

(۱۱۲) تب تُو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے

(خروج باب ۴۔ ورس ۲۲)

نوٹ۔ مسیحی صاحبان فیصلہ فرمادیں کہ پلوٹھا کون ہے اسرائیل یا افرائیم یا داؤد یا یسوع مسیح؟

(۱۱۲) کیونکہ مَیں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے کیا افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے

(یرمیاہ باب ۳۱۔ ورس ۹۔ اور ۲۰)

مَیں اُسے (داؤد کو) اپنا پلوٹھا بھی ٹھہراؤں گا

(زبور ۸۹۔ ورس ۲۷)

(۱۱۳) کیونکہ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لیئے بہایا جاتا

(متی باب ۲۶۔ ورس ۲۸)

نوٹ۔ ملاحظہ ہو اختلاف ۱۰۵

(۱۱۳) اُس نے (خدا نے) عورت سے کہا کہ مَیں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا اور درد سے تو لڑکے جنیگی

(پیدائش باب ۳۔ ورس ۱۶)

(۱۱۴) اور مَیں (یسوع) تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے (متی باب ۱۹ ورس ۹)

(۱۱۴) اُس (یسوع) نے انہیں کہا جو کوئی جورو کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اُس کی نسبت زنا کرتا ہے

(مرقس ۱۰۔ ورس ۱۱)

نوٹ۔ متی کہتا ہے کہ زنا کی صورت میں عورت کو طلاق دینا جائز ہے مگر مرقس کہتا ہے کہ جورو کو کسی صورت میں طلاق نہیں دینی چاہیئے۔ پھر متی کہتا ہے کہ یسوع نے یہ کہا تھا کہ جو شخص طلاق شدہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے اور مرقس کہتا ہے کہ یسوع نے صرف یہ کہا تھا کہ جو طلاق دینے والا مرد کسی دوسری عورت سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے۔

(۱۱۵) اور جب تارہ سترہ برس کا تھا اُس سے ابرام نحور اور حاران پیدا ہوئے ..... اور تارہ کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی تب تارہ حران میں مرگیا۔

(پیدائش باب ۱۱ - ورس ۲۶ و ۳۲)

(۱۱۵) اور ابرام جب حران سے روانہ ہوا پچھتر برس کا تھا (پیدائش ۱۲ - ورس ۴) تب کھلدیوں کے ملک سے باہر جاکے حاران میں جا رہا وہاں سے اسکے باپ کے مرنیکے بعد اسکو اس ملک میں جس میں تم اب رہتے ہو پہنچایا۔ (اعمال ۷ ورس ۴)

نوٹ۔ پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۶ و ۳۲ کے رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اپنے باپ تارہ کی وفات کے وقت ۱۳۵ برس کی تھی اور پیدائش ۱۲ ورس ۴ اور اعمال ۷ ورس ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت انکی عمر ۷۵ برس کی تھی گویا ۱۳۵ برس کی عمر میں ابراہیمؑ ابھی صرف ۷۵ برس کے تھے۔

(۱۱۶) اور زمین مصر سے بنی اسرائیل کے نکلنے کے بعد چار سو اسّی برس گذرے تھے کہ سلیمان کی سلطنت جو اسرائیل پر تھی اُس کے چوتھے سال زیو کے مہینے جو دوسرا مہینہ سال کا ہے ایسا ہُوا کہ اُس نے خداوند کا گھر بنانا شروع کیا۔

(۱ سلاطین ۶ ورس ۱)

(۱۱۶) اور برس چالیس ایک وہ بیابان میں اُنکو دائی کی طرح لئے پھرا ..... اور بعد اُس کے ساڑھے چار سو برس کے قریب سموئیل نبی تک ان میں قاضی مقرر کیئے اسوقت سے اُنہوں نے بادشاہ چاہا تب خدا نے ایک مرد بنیامین کے گھر سے قیس کے بیٹے ساؤل کو چالیس برس تک انپر مقرر کیا پھر اسے اُتار کے داؤد کو کھڑا کیا کہ انکا بادشاہ ہو۔ (اعمال ۱۳ - ورس ۱۸-۲۰)

نوٹ:- کتاب سلاطین کے رو سے خداوند کا گھر خروج کے چار سو اسّی برس بعد بننا شروع ہوا لیکن اعمال کی کتاب کے حساب کے بموجب اس کی تعمیر پانسو پچانوے برس بعد شروع ہوئی کیونکہ ۴۰ + ۴۵۰ یعنی ۴۹۰ میں ۲۱ سال عہد سموئیل ۴۰ سال عہد ساؤل اور ۴۰ برس عہد داؤد یعنی ۱۰۱ برس اور جمع کیئے جائیں تو ۵۹۱ سال ہوتے ہیں اگر انہیں سلیمان کے ۴ سال اور ملائیں تو کل مجموعہ ۵۹۵ ہوا۔

(١١٧) پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی۔

(مرقس باب ١۔ ورس ١٤)

(١١٧) بعد ان باتوں کے یسوع اور اس کے شاگرد یہودیہ کی سرزمین میں آئے اور وہ وہاں انکے ساتھ رہا کرتا اور بپتسما دیتا تھا اور یوحنا بھی بپتسما دیتا تھا کیونکہ یوحنا ہنوز قیدخانہ میں ڈالا نہ گیا تھا (یوحنا باب ٣۔ ورس ٢٢ و ٢٤)

نوٹ۔ اسکے بعد شمعون (پطرس) اور اندریاس کے ایمان لانے کا ذکر ہے (مرقس باب ١۔ ورس ١٦ و ١٧ و ١٨) شمعون اندریاس پہلے بھی ایمان لا چکے تھے دیکھو یوحنا باب ١۔ ورس ٤٠ و ٤٢۔

(١١٨) یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسما پایا۔ اور جونہی وہ پانی سے باہر آیا اس نے آسمان کو کھلا اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ اور روح اسی فی الفور بیابان میں لے گئی اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک رہ کر شیطان سے آزمایا گیا (مرقس باب ١۔ ورس ٩-١٣)

(١١٨) اور تیسرے دن (یعنی مسیح کے بپتسما لینے اور روح القدس کے کبوتر کی شکل میں اترنے کے بعد) قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہوا۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس بیاہ میں دعوت تھی۔

(یوحنا باب ٢۔ ورس ١ و ٢)

نوٹ۔ مرقس کہتا ہے کہ بپتسمہ پانے کے بعد فی الفور روح بیابان میں لے گئی اور مسیح چالیس دن بیابان میں رہا مگر یوحنا لکھتا ہے کہ نہیں بپتسمہ سے تیسرے دن مسیح ایک دعوت میں شریک تھا۔

(١١٩) اور ابراہام نے اس مقام کا نام یہواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جاوے گا۔

(پیدائش باب ٢٢۔ ورس ١٤)

(١١٩) پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ میں ابراہام اور اسحٰق اور یعقوب پر خدائے قادر مطلق کے نام سے اپنے تئیں ظاہر کیا اور یہوواہ کے نام سے ان پر ظاہر نہیں ہوا (خروج باب ٦۔ ورس ٢ و ٣)

نوٹ - کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہوواہ نام معلوم تھا مگر کتاب خروج میں لکھا ہے کہ یہوواہ کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہ تھا یہ نام سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا گیا۔

(۱۲۰) یہورام (بن اخی اب) شاہ یہوداہ یہورام بن یہوسفط کی سلطنت کے دوسرے سال اسکی جگہ بادشاہ ہوا

(۲۔ سلاطین باب ۱۔ ورس ۱۷)

(۱۲۰) اور شاہ اسرائیل یورام (یہورام) بن اخی اب کی سلطنت کے پانچویں سال جس وقت یہوسفط شاہ یہوداہ تھا یہورام یہوسفط کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور سلطنت کرنے لگا۔

(۲ سلاطین باب ۸۔ ورس ۱۶)

نوٹ - ۲ سلاطین باب ۱ کے رو سے یہورام بن یہوسفط - یہورام بن اخی اب سے ۲ سال پہلے حکومت کر چکا تھا مگر اسی کتاب کے باب ۸ میں لکھا ہے کہ یہورام بن اخی اب ۵ سال پہلے تخت پر بیٹھا۔

(۱۲۱) اور رحبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جوروں اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا.... اور رحبعام نے ابیاہ بن معکہ کو رئیس کیا کہ اپنے بھائیوں میں سردار ہوتا۔

(۲۔ سلاطین باب ۱۱۔ ورس ۲۱-۲۲)

(۱۲۱) یربعام بادشاہ کی سلطنت کے اٹھارھویں برس میں ابیاہ یہوداہ میں تخت پر بیٹھا اس نے یروشلم میں تین برس بادشاہت کی اسکی ماں کا نام میکایاہ تھا جو اوری ایل جبیعی کی بیٹی تھی

(۲ تواریخ باب ۱۳۔ ورس ۱-۲)

نوٹ - ۲ - سلاطین کے رو سے ابیاہ کی ماں معکہ ابی سلوم کی بیٹی تھی مگر ۲ - تواریخ کے رو سے ابیاہ کی ماں اوری ایل جبیعی کی بیٹی تھی - (شمس الدین مجاہد)
از علیگڈھ

یسوع مسیح کا شجرہ نسب

اختلافات بائبل میں سے تھوڑا سا حصہ ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے - اور ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ان

اختلافات کو مشتے نمونہ خروارے سمجھکر انہی پر بس کر دیتے۔ مگر ضلع گجرات (پنجاب) کے ایک قصبہ کا ایک مسیحی مدرس اس بات کا محرک ہوا ہے کہ ہم بائبل کی حقیقت کو کسی قدر زیادہ وضاحت سے کھولدیں مغربی ممالک میں تو بائبل کی قلعی خوب اچھی طرح کھولدی گئی ہے مگر مشرق میں لوگ عام طور پر اُن اعتراضات کی بوچھاڑ سے پوری واقفیت نہیں رکھتے جو مغرب میں بائبل پر اسقدر اعتراضات کے تیر برسائے گئے ہیں کہ اُس کی حالت ایسی ہوگئی ہے جیسی چھلنی کی بلکہ اس سے بھی بدتر۔ غرض یورپ و امریکہ میں تو بائبل کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں۔ مگر ہندوستان کے مسیحی نادان لوگوں کو ابھی تک یہی سنا رہے ہیں کہ بائبل کی ساری کتابیں اور ہر دو عہد ناموں کا سارا مجموعہ بالکل خدا کا کلام ہے۔ مسلمان لوگ حقیقی اور لفظی معنوں میں قرآن شریف کو خدائے تعالیٰ کا کلام یقین کرتے ہیں اور جب مسیحی لوگ مسلمانوں کو سناتے ہیں کہ ہماری بغل میں جو کتابوں کا مجموعہ ہے یہ خدا کا کلام ہے تو مسلمان بچارے بھولے بھالے یہ سمجھتے ہیں کہ جیسا ہم قرآن شریف کو خدائے تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں ایسا ہی مسیحی لوگ ان ۶۸ کتابوں کے مجموعہ کو جس کا نام وہ بائبل رکھتے ہیں خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔ یہ ایک دھوکہ ہے جو ہندوستان کے لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ ہاں بے شک ایک زمانہ تھا جب کہ کل مسیحی دنیا اِن سب کتابوں کے ہر ایک لفظ کو خدائے تعالیٰ کا کلام سمجھتی تھی اور اُنکا عقیدہ تھا کہ بائبل کا ایک ایک لفظ خداوند کے مُنہ سے نکلا ہُوا ہے مگر اب وہ زمانہ جاتا رہا۔ اب محققین نے بائبل پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ اس روشنی کے سامنے کوئی عقلمند بائبل کے مجموعہ کو بتمامہ خدا کا کلام نہیں کہہ سکتا اسلیئے جب یورپ و امریکہ کے پادریوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے بائبل کے لفظ لفظ الہامی ہونے کے عقیدہ کو ترک کر دیا ہے اور اسکو انسانوں کا کلام تسلیم کرنے لگ گئے ہیں اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ اُنکی کلام میں کچھ روح القدس کا اثر تھا مگر یہ کلام انسانوں کا کلام ہونے کی وجہ سے غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ یہ نیا عقیدہ نئی تحقیق کی زبردست طاقت کے نیچے دب کر مغربی مسیحی دنیا نے اختیار کیا ہے اور اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا ہے۔

گئے ہیں اور اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ خود مسیحی ممالک میں بائبل پر

ہاں مغرب میں بھی بعض اندھے لوگ ایسے موجود ہیں جنکو باوجود نئی تحقیق کی روشنی کے اپنے دیرینہ عقائد کی غلطی نظر نہیں آئی اور وہ اب تک پرانے خیال پر جمے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارا یہ خیال نہیں کہ ہندوستان میں جو پادری صاحبان وعظ کے لیئے تشریف لاتے ہیں وہ بالکل نادان ہیں وہ یقیناً اُس نئی تحقیقات سے آگاہی رکھتے ہیں جو یورپ میں بائبل کے متعلق ہوئی ہے اور اُنکو اس بات کا بھی علم ہے کہ اب عام طور پر مسیحی علماء بائیبل کو اُن معنوں میں خدا کا کلام نہیں سمجھتے جن معنوں میں کچھ عرصہ پہلے سمجھا جاتا تھا بلکہ وہ اسکو انسانوں کا کلام سمجھتے ہیں اور اُن میں غلطیوں اور اختلافات کا ہونا تسلیم کرتے ہیں کیونکہ صریح غلطیوں کے موجود ہوتے ہوئے اُن سے انکار کرنا اپنے تئیں ہنسی کا نشانہ بنانا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے یوروپین پریچر یعنی ٹوکرسٹانوں کو اُن تغیرات سے آگاہ نہیں کرتے جو یورپ میں بائیبل کے بارہ میں واقع ہوئے ہیں۔ وہ اس میں شاید یہ مصلحت سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں یہ ظاہر کیا گیا کہ اب مسیحی علماء بائیبل کے ہر ایک لفظ کو خدا کا کلام نہیں مانتے تو پھر ہندوستان کے لوگ ایسی کتاب کو تسلیم نہیں کرینگے اسلیئے یہی بہتر ہے کہ پہلے کی طرح بائیبل کو خدا کا کلام ہی کہتے جائیں جب تک یہ لوگ تاریکی میں رہیں اتنا ہی غنیمت ہے مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی اور ہندوستان کے عوام کو اور دیسی پادریوں کو دھوکہ میں رکھا جانیکی کب تک کوشش کیجائیگی

نہاں کے ماند آں رازیکہ زو سازند محفلہا — جب یورپ کے اخباروں۔ رسالوں کتابوں اور جلسوں میں یہی چرچا ہو رہا ہے کہ بائیبل کے مجموعے کا الہامی ہونا ایک غلط عقیدہ ہے اور جو پردہ اس کتاب پر ڈالا گیا تھا وہ اب اُسپر سے اُتار دیا گیا ہے تو ہندوستان کے لوگ کب تک اس کتاب پر پردہ ڈالے رکھیں گے جس مسیحی مدرس کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے وہ بھی معلوم ہوتا ہے اُسی بدقسمت گروہ میں سے ہے جو زمانہ کی رفتار سے آگاہ نہیں اور جو ابھی تک پرانا راگ ہی گائے جا رہے ہیں یہ صاحب ریویو میں اختلافات بائیبل کی ایک فہرست دیکھکر بہت تلملائے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ بائیبل کی بڑی ہتک کی گئی ہے۔ خدا کا کلام کہاں اور ایسی

فاش غلطیاں کہاں - اس بچارے کو معلوم نہیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور خود مسیحی ممالک
میں بائیبل کے الہامی ہونے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اُسے چاہیئے تھا کہ پہلے کسی بزرگ مسیحی
سے دریافت کرتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اُمید تھی کہ اُسکو یہی مشورہ دیا جاتا کہ
اسکے متعلق خاموشی ہی بہتر ہے کیونکہ اگر اس معاملہ کو چھیڑا گیا تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور
جو بائیبل پر پردہ پڑا ہوا ہے وہ بالکل اُتر جائے گا - چنانچہ مسیحی مذکور کی خط و کتابت
کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ہم نے جو پہلے ارادہ کیا تھا کہ انہی اختلافات پر بس کیجائیگی جو علیگڈھ کے
ایک نامہ نگار نے تیار کر کے ہمارے پاس بھیجے تھے اب اس ارادہ کو ہم نے ترک کر دیا ہے
اور ہمارا ارادہ ہے کہ مسیحی مذکور کی خاطر داری کے لیئے بائیبل کی حقیقت کو کسی قدر
اور کھولا جاوے تا اُس کی آنکھ کھل جائے اور اُسکو معلوم ہو جاوے کہ اُسکا خدا کا کلام
بہت سی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے - ہمارے اس ارادہ کو پورا کرنیوالا خدا ہے اور ہم اُسی
سے توفیق مانگتے ہیں اور اُس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہماری مدد کرے -
سچ ظاہر ہو اور جھوٹ کا پردہ فاش ہو ربنا ارنا الحق حقا و ارنا الباطل
باطلا - رب تمم ما اردت و اجعل برکة فی ما قصدت و
اتنی ما فقدت - انت ولیّ فی الدنیا و الاٰخرة توفنی مسلما
والحقنی بالصّٰلحین یا ارحم الراحمین اٰمین - پہلے ہم مسیحیوں کی اُن
پیاری کتابوں کو لیتے ہیں جن کا نام وہ چار انجیلیں رکھتے ہیں اور سب سے پہلے یسوع مسیح کے
شجرہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس حد تک الہامی شجرہ کہلا سکتا ہے وما توفیقنا الا باللہ
العلی العظیم ؛

مسیحیوں کی مروجہ اناجیل میں یسوع مسیح کے دو شجرے دیئے گئے ہیں ایک
متی کی انجیل میں - دوسرا لوقا کی انجیل میں - یہ دونوں شجرے اس بات کا قوی ثبوت
ہیں کہ یہ کتابیں نہ خدا کا کلام ہیں اور نہ روح القدس کی تائید سے لکھی گئیں - کیونکہ نہ
صرف یہ دونوں شجرے ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک اُن
نسب ناموں سے بھی مختلف ہے جو پرانے عہد نامہ کے مختلف مقاموں میں

لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پہلے مَیں ان دو شجروں میں سے ہر ایک کو الگ الگ لیکر پُرانے عہدناموں کے شجروں سے اُن کا اختلاف انشاءاللہ تعالیٰ دکھاؤں گا اور پھر انکا باہمی تعارض بتوفیق ایزدی پیش کردوں گا ؛

متی اپنے شجرہ کو لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کا خلاصہ نکالتا ہے "پس سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ ۱۴ پشتیں ہیں اور داؤد سے بابل کو اُٹھ جانے تک چودہ پشتیں اور بابل کو اُٹھ جانے سے مسیح تک چودہ ۱۴ پشتیں ہیں"۔ آؤ ہم اس خلاصہ کا شجرہ مرتبہ متی کے ساتھ مقابلہ کریں۔ مگر مقابلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھنا مناسب ہے کہ جب متی یہ کہتا ہے کہ ابراہیمؑ سے داؤدؑ تک چودہ پشتیں ہیں تو آیا وہ اس چودہ کے عدد میں داؤدؑ کو بھی شامل کرتا ہے یا داؤدؑ کو باہر رکھتا ہے۔ اس امر کے متعلق ہمیں کوئی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ متی نے خود ہی اس کا فیصلہ کردیا ہے کیونکہ جب وہ ان پشتوں کے دوسرے ٹکڑے کو لیتا ہے تو اسکو داؤدؑ سے شروع کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ داؤدؑ کو پہلے شمار میں داخل نہیں کرتا۔ کیونکہ داؤدؑ شمار میں ایک طرف ہی آسکتے ہیں جب وہ دوسرے شمار میں شامل کیئے گئے تو ضرور ہے کہ وہ پہلے شمار میں شامل نہ کیئے جاویں۔ جیسے پہلا شمار حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوتا ہے ایسا ہی دوسرا داؤدؑ سے شروع ہونا چاہیئے۔ پس جب یہ فیصلہ ہوگیا کہ حضرت داؤدؑ دوسرے شمار میں داخل ہیں پہلے شمار میں داخل نہیں تو اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا واقعی یہ شمار متی کے اپنے شجرہ کے رُو سے صحیح اور درست ہے۔ شجرہ کے پہلے ٹکڑے میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور متی کے طریق شمار کے موافق داؤدؑ کے باپ یسّی پر ختم ہونا چاہیئے مندرجہ ذیل پشتیں متی کی کتاب کے رو سے شامل ہیں۔ (۱) ابراہیمؑ (۲) اضحاقؑ (۳) یعقوبؑ (۴) یہوداہ (۵) پھارس (۶) حصردم (۷) آرام (۸) عمیںداب (۹) نحسون (۱۰) سلمون (۱۱) بوعز (۱۲) عوبید (۱۳) یسّی۔ یسّی داؤدؑ کے باپ کا نام ہے اور ناظرین نے دیکھ لیا ہے کہ یہ ۱۳ پشتیں ہیں چودہ ۱۴ نہیں۔ اگر یہ کتاب خدا کا کلام ہے تو اس میں یہ غلطی کیوں

واقع ہوئی اگر کہا جاوے کہ ان چودہ پشتوں میں داؤد کو شامل کرنا چاہیئے اور داؤد کو ملا کر ۱۴ ہی پشتیں بنتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ پھر دوسرے ٹکڑے کو داؤد سے شروع نہیں کرنا چاہیئے تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ سلیمانؑ سے شروع کرنا چاہیئے تھا۔ خیر ہم مان لیتے ہیں کہ خدا کے کلام میں یہ غلطی ہوگئی اور سہواً داؤد کو دونوں طرف ملا لیا گیا مگر اس کو مانتے ہوئے بھی متی کی کتاب غلطی سے پاک نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں پشتوں کے سلسلہ کے تیسرے ٹکڑے میں غلطی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پہلے ٹکڑے کو حضرت داؤد علیہ السلام پر ختم کیا جاوے تو ۱۴ پشتیں بنتی ہیں۔ دوسرا ٹکڑا حضرت سلیمان سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوتا ہے جس کے بعد بابل کی طرف بنی اسرائیل جلاوطن کیئے گئے اور یہ بھی ۱۴ ہی پشتیں بنتی ہیں مگر تیسرا ٹکڑا ناقص رہ جاتا ہے یہ ٹکڑا یکونیاہ کے بیٹے سلتی ایل سے شروع ہوتا ہے اور اگر خود یسوع مسیح کو بھی ان پشتوں میں داخل کیا جاوے تو پھر بھی ۱۳ ہی پشتیں بنتی ہیں جو حسب ذیل ہیں ۱۔ سلتی ایل۔ ۲۔ زروبابل۔ ۳۔ ابیود۔ ۴۔ الیاقیم ۵۔ عازور۔ ۶۔ صدوق۔ ۷۔ اخیم۔ ۸۔ الیود۔ ۹۔ العزر۔ ۱۰۔ متھان۔ ۱۱۔ یعقوب ۱۲۔ یوسف۔ ۱۳۔ یسوع مسیح۔ اس غلطی کو ڈھانپنے کے لیئے متی کی کتاب کو خدا کا کلام کہنے والے کہتے ہیں کہ یکونیاہ کو دو مرتبہ شمار کرنا چاہیئے تو اس طرح تیسرے ٹکڑے میں ۱۴ پشتیں بنتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک بیہودہ چال ہے۔ اگر یکونیاہ ایک آدمی کا نام ہے تو اسکو ایک مرتبہ ہی شمار کرنا چاہیئے۔ اگر یکونیاہ نام کے ۲ دو آدمی تھے۔ ایک باپ اور ایک بیٹا تو پھر تمھارا اختیار ہے کہ اسکو ۲ دو مرتبہ گن لو۔ مگر کوئی مسیحی یہ نہیں کہتا کہ یکونیاہ ۲ دو آدمی کا نام تھا جن میں سے ایک باپ تھا اور دوسرا بیٹا اور نہ شجرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ یکونیاہ کو ۲ دو مرتبہ شمار کیا جاوے۔ اور اگر دو مرتبہ شمار کرنے کے اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو یہی قاعدہ داؤد پر لگانا چاہیئے اور انکو بھی دو مرتبہ ہی شمار کرنا چاہیئے لیکن اگر یہ قاعدہ جیسا یکونیاہ پر لگایا جاتا ہے ایسا ہی داؤد پر لگایا جاوے تو پھر دوسرے ٹکڑے کی پشتیں بجائے ۱۴ کے ۱۵ ٹھہرتی ہیں جنکے

نام یہ ہیں ۱۔ داؤدؑ۔ ۲۔ سلیمانؑ۔ ۳۔ رجعام۔ ۴۔ ابیاہ۔ ۵۔ اسا۔ ۶۔ یہوسفط ۷۔ یورام۔ ۸۔ عزیاہ۔ ۹۔ یوتام۔ ۱۰۔ آخز۔ ۱۱۔ حزقیاہ۔ ۱۲۔ منسی۔ ۱۳۔ امون ۱۴۔ یوسیاہ۔ ۱۵۔ یکونیا۔

غرض متی کی کتاب کے شجرہ میں یہ ایک لاینحل معمہ ہے اور ایک ایسی بجھارت ہے جس کا حل کرنا محال ہے۔ کیا پادری صاحبان کے زمرہ میں کوئی ایسا ریاضی دان ہے جو اس چیستان کو حل کر سکے۔ اس چیستان کا حل سوائے اسکے اور کوئی نہیں کہ اس خدا کے کلام میں جو ابتداء سے محفوظ و مصون چلا آتا ہے شمار میں غلطی واقع ہوگئی مگر سوال یہ ہے کہ کیا خدا گنتی میں غلطی کر سکتا ہے۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پہلا اعتراض ہے ؁

اب ہم متی کے شجرہ نسب کو اُن نسب ناموں سے ملا کر دیکھتے ہیں جن کا پتہ پرانے عہدنامہ کی کتابوں سے ملتا ہے۔ ابراہیمؑ سے لیکر زرو بابل اور اسکے بیٹیوں تک یعنی متی کی ۳۱ پشتوں کا پرانے عہدنامہ سے مقابلہ ہو سکتا ہے کیونکہ پرانے عہدنامہ کے مختلف مقامات سے زرو بابل کی اولاد تک جو پشتیں متی کی کتاب میں درج ہیں انکا پتہ چل سکتا ہے۔ اس سے نیچے کی پشتوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ پشتیں پرانے عہدنامہ کی کسی کتاب میں درج نہیں ہیں۔ شائد براہ راست متی کو خدائے تعالیٰ سے بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہونگی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زرو بابل کی اولاد تک جو نسب نامہ متی کی کتاب میں درج ہے اُسکا مقابلہ پہلی کتابوں کے نسب نامہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے یہوداہ۔ پھارس اور حصرون (حصردم) تک جو نسب نامہ ہے اُس کا پتہ کتاب پیدائش سے لگ سکتا ہے مثلاً دیکھو پیدائش باب ۴۶ درس ۱۲۔ پھارس سے داؤدؑ تک کا شجرہ کتاب روت کے خاتمہ میں درج ہے۔ ایسا ہی ا تواریخ کے باب ۲ میں بھی یہی شجرہ موجود ہے۔ داؤد سے زرو بابل تک جو پشتیں ہیں اُنکا ذکر ا تواریخ باب ۳ میں ہے۔ علاوہ اسکے بعض اور مقامات بھی ہیں جن میں ان پشتوں کے بعض حصوں کا ذکر موجود ہے۔

جب متی کے نسب نامہ کا پہلی کتابوں کے نسب ناموں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہم پہلی ۱۴ پشتیں باہم مطابق پاتے ہیں گویا ایک دوسرے کی صحیح نقل ہے مگر ان میں بھی ایک سخت مشکل سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور وہ مشکل ایک عورت کے نام میں ہے۔ متی پہلے باب کی پانچویں ورس میں کہتا ہے "سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے پیدا ہوا" اس طرح راحب حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ یسی کی پڑدادی ٹھہرتی ہے۔ راحب ایک مشہور عورت کا نام ہے اور یشوع کی کتاب کا دوسرا باب اسی کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ایک زانیہ عورت تھی جس نے دو اسرائیلی جاسوسوں کی جان بچائی تھی اور قرمزی رسی سے اپنی دوکان کے دریچہ کی راہ سے اسرائیلی جاسوسوں کو اُتار دیا تھا۔ بنی اسرائیل میں یہ عورت بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور پولوس اور یعقوب دونوں اپنے خطوں میں اسکو راستبازوں میں اور نجات یافتوں میں شمار کرتے ہیں دیکھو عبرانیوں کا خط باب ۱۱ ورس ۳۱ اور یعقوب کا خط عام باب ۲ ورس ۲۵ چونکہ یہ عورت بنی اسرائیل میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اس لیئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکو یسوع مسیح کی دادیوں میں داخل کرنا مناسب سمجھا گیا اور خصوصیت سے اس نامی عورت کا نام درج کیا گیا اگرچہ نسب نامہ میں یہ ضروری نہ تھا کہ عورت کا نام لکھا جاوے مگر چونکہ یہ عورت ایک خصوصیت رکھتی تھی اور بڑی عزت اور عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی چنانچہ پولوس اور یعقوب حواری ہر دو نے اس کی راستبازی کو بطور مثال اور نمونہ کے پیش کیا ہے اس لیئے متی نے یا جو کوئی اس کتاب کا بنانے والا ہے اُس نے نسب نامہ لکھتے وقت خصوصیت کے ساتھ جتلا دیا کہ وہ نامی گرامی عورت جو بنی اسرائیل میں اسقدر شہرت رکھتی ہے اور جو اپنے کارنامہ کے بموجب نہ صرف بنی اسرائیل کی قوم میں بڑی عظمت سے دیکھی جاتی ہے بلکہ مسیحیوں میں بھی راستبازوں میں شمار کی جاتی ہے وہ نامی گرامی عورت بھی یسوع مسیح کی دادیوں میں شامل ہے۔ لیکن مسیحیوں سے اگر کوئی ثبوت اس امر کا طلب کیا جاوے کہ واقعی راحب کے پیٹ سے ہی بوعز پیدا ہوا تھا تو اُن کے پاس کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے پُرانے عہدنامہ سے

کہیں اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی کہ بوعز کی ماں راحب تھی۔ اور یہ کہ بوعز کے باپ نے راحب سے شادی کی تھی۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا دوسرا اعتراض ہے ؛

علاوہ اس کے

یہاں ایک اور سخت اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ راحب اور حضرت داؤدؑ کے درمیاں چار سو سال کا فاصلہ ہے حضرت داؤدؑ کا زمانہ ۱۰۵۰ سال قبل یسوع مسیح ہے اور راحب کا زمانہ قریباً ۱۴۵۰ سال قبل یسوع مسیح۔ اب اس چار سو سال کے عرصہ میں صرف چار پشتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول۔ بوعز۔ دوم عوبید۔ سوم۔ یسی۔ چہارم داؤد۔ اور یہ امر صریح طور پر باطل ہے کہ چار سو سال کے لمبے عرصہ میں صرف چار ہی پشتیں ہوں۔ سلمون کا باپ نحسون بیان کیا گیا ہے اور گنتی کی کتاب کے پہلے باب اور ساتویں ورس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص موسیٰؑ کے ساتھ اُسوقت تھا جب کہ بنی اسرائیل مصر کی زمین سے نکلے اور بیابان میں خیمے لگا کر رہتے تھے اور یہ اُسوقت اپنے خاندان کا سردار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیلی شجرہ کے تجویز کرنے والے نے یہ مناسب سمجھا کہ نحسون کے بیٹے کو راحب کا خاوند قرار دے اور اس طرح راحب جیسی گرانقدر عورت بھی یسوع مسیح کے شجرہ میں داخل ہو کر بنی اسرائیل کی نظر میں نسب نامہ کی قدر و منزلت کے بڑھنے کا موجب ہو یہ اعتراض کہ اسقدر لمبے عرصہ میں صرف چار پشتوں کا ہونا بالکل ناکافی ہے نہ صرف متی کی کتاب پر پڑتا ہے بلکہ روت کی کتاب پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اُس نے بھی متی کی کتاب کی طرح سلمون کو نحسون کا بیٹا لکھکر سلمون کے زمانہ کو راحب کے زمانہ تک پہنچا دیا ہے اسلیئے چار سو سال کے عرصہ میں صرف چار پشتوں کے ہونے کا اعتراض جیسا متی کی کتاب پر پڑتا ہے ایسا ہی پرانے عہدنامہ پر بھی پڑتا ہے اور یہ امر دونوں شجروں کے غلط ہونے کے لیئے ایک بیّن دلیل ہے۔ متی کے نسب نامہ پر ہمارا یہ تیسرا اعتراض ہے ؛

اب ہم متی کے نسب نامہ

کے دوسرے ٹکڑے کی طرف آتے ہیں۔ جو حضرت داؤدؑ سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوتا ہے اس ٹکڑے پر ہمارا بڑا اعتراض یہ ہے کہ ورس ۸ میں لکھا ہے کہ یورام سے عزیاہ پیدا ہوا

حالانکہ جب ہم ۱- تواریخ باب ۳ ورس ۱۱ و ۱۲ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ غزیاہ - یورام کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اُس کے پوتے کا پوتا تھا - متی تین پشتوں کو اکٹھا ہضم کر گیا ہے - ۱- تواریخ باب ۳ ورس ۱۱ و ۱۲ میں یہ پشتیں اسطرح پر درج ہیں - یورام کا بیٹا اخزیاہ - اُس کا بیٹا یوآس - اُس کا بیٹا امصیاہ اُسکا بیٹا عزریاہ (جسکو متی میں بجائے عزریاہ کے غزیاہ لکھا ہے) پس متی کے نسب نامہ میں ۳ نام چھوڑ دیئے گئے ہیں - ۱ - اخزیاہ - ۲ - یوآس - ۳ - امصیاہ - متی کے نسب نامہ پر ہمارا یہ چوتھا اعتراض ہے ٭

پھر متی ورس ۱۱ میں لکھتا ہے

یوسیاہ سے یکونیاہ اور اُسکے بھائی جسوقت بابل کو اُٹھ جانا پڑا پیدا ہوئے مگر جب ہم ۱- تواریخ باب ۳ ورس ۱۶ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یکونیاہ یوسیاہ کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اُسکا پوتا تھا یوسیاہ کا بیٹا یہویقیم تھا اور یہویقیم کا بیٹا یکونیا تھا - متی ایک پشت یعنی یہویقیم کو حذف کر گیا ہے - متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پانچواں اعتراض ہے ٭

متی یکونیاہ کے بھائیوں کا ذکر کرتا ہے مگر پُرانے عہد نامہ میں یکونیاہ کے بھائیوں کا ذکر نہیں ہاں اُسکے باپ یہویقیم کے بھائیوں کے نام درج ہیں اور غلطی سے متی نے یا پہلی انجیل کے نامعلوم مصنف نے یہویقیم کے بھائیوں کو اُسکے بیٹے یکونیاہ کی طرف منسوب کر دیا - متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا چھٹا اعتراض ہے ٭

اب ہم متی (متی سے ہماری مراد پہلی انجیل کا نامعلوم مصنف ہے جسکو ہم فرضی طور پر متی کے نام سے پکارتے ہیں) کے نسب نامہ کے تیسرے ٹکڑہ کی طرف آتے ہیں - ورس ۱۲ میں لکھا ہے "سلتی ایل سے زروبابل پیدا ہوا" اب جب ہم ۱ - تواریخ باب ۳ ورس ۱۹ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زروبابل - سلتی ایل کا بیٹا نہیں تھا بلکہ فدایاہ کا بیٹا تھا - متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا ساتواں اعتراض ہے ٭ معلوم ہوتا ہے کہ متی نے اپنے نسب نامہ کا یہ ٹکڑا عزرا باب ۵ ورس ۲ اور حجی باب ۱ ورس ۱ سے نقل کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب تواریخ کی کتاب بھی ایسی ہی الہامی ہے جیسی عزرا اور حجی کی کتابیں

تو پھر کیا وجہ ہے کہ متی کے الہام نے تواریخ کے الہام کو رد کر دیا اور عزرا اور حجی کے الہام کو پسند کر لیا اور نیز کیا وجہ ہے کہ ان الہاموں میں یہ اختلاف ہے۔

پھر متی کے نسب نامہ میں لکھا ہے کہ زروبابل سے ابیود پیدا ہوا مگر ا۔ تواریخ باب ۳ ورس ۱۹ و ۲۰ میں زروبابل کی اولاد کی فہرست موجود ہے اس میں ابیود کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا آٹھواں اعتراض ہے۔

باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ

اورنگزیب پر مہاراجہ بیکانیر کا حملہ

گذشتہ ماہ نومبر میں عالیجناب نواب وائسرائے بہادر ریاست بیکانیر کے ہاں مہمان تھے اور مہاراجہ صاحب بیکانیر نے حضور ممدوح کے ہاتھ سے ایک پبلک پارک کا افتتاح کرایا تھا۔ اس تقریب پر ریاست مذکور کے عالی مقام فرمانروا نے جو تقریر فرمائی تھی وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے ہر ایک مسلمان کو سخت رنج پہنچتا ہے۔ مہاراجہ صاحب نے اگر تقریر میں سہواً کوئی معمولی الفاظ فرما دیئے ہوتے تو ہمیں شکوہ نہ تھا۔ لیکن افسوس کہ سہواً نہیں بلکہ عمداً اور عام نہیں بلکہ خاص تقریر میں ایسا کیا گیا ہے۔ پھر تقریر بھی وہ جو بحیثیت والیٔ ملک حضور ملک معظم کے نائب یعنی وائسرائے و گورنر جنرل ہند کی موجودگی میں کی گئی تھی۔ ہز ہائی نس نے اس تقریر میں نہ صرف اپنے خاندان کے محسن و مہربان بادشاہ یعنی حضرت عالمگیر اورنگ زیب کی ذات پر حملہ کیا ہے بلکہ مذہب اسلام پر بھی ایک بے جا چوٹ کی ہے اور افسوس ہے کہ ایسا کرنے میں مہاراجہ صاحب نے خود اپنی اور اپنے آقا یعنی قیصر ہند کی مسلمان رعایا کے احساس کا شمہ بھر پاس نہیں کیا۔

اس تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ تعصب کی ہوا جو مدت سے دیسی سوسائٹی کے ادنیٰ طبقہ میں چل رہی ہے جس کے تیز جھونکوں کا اثر انکے افراد پر اس حد تک ہو گیا

ہے کہ ڈراموں اور ناولوں تک میں شاہ عالمگیر اور اُسکے متعلقین پر رکیک اور عامیانہ حملے کرتے ہوئے اُنہیں مطلق شرم نہیں آتی۔ اُنکا اثر اب اعلیٰ طبقہ تک بھی پہنچ گیا ہے۔ اور جس طرح ادنیٰ طبقہ کے آدمی فضول اور لایعنی باتوں کو جلدی سے قبول کر لیتے ہیں اسی طرح بڑے بڑے عظیم الشان آدمی بھی بعض اوقات اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب بیکانیر بھی بعینہٖ ایسی ہی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ آپنے اہل اسلام کے ایک قابل عزت بادشاہ پر ایسے الفاظ میں ایک بے بنیاد الزام لگایا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت نہایت حقارت آمیز اور نفرت انگیز وسائل سے کی گئی ہے اور یہ کہ جن لوگوں کو اسلامی زہد و پرہیز گاری کا نمونہ سمجھا جاتا ہے وہ نعوذ باللہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لیئے ہر قسم کی شرارت اور کمینگی سے کام لے لیا کرتے ہیں۔ ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے خود وائسرائے کے سامنے ایسی تقریر کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ اور ہم متعجب ہیں کہ آپ نے کیوں شاہ عالمگیر کے خلاف ایسا الزام لگایا جس کا پایہ ثبوت کو پہنچانا اُنکے لیئے مشکل ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ قابل حیرت اور استعجاب یہ امر ہے کہ مہاراجہ صاحب اپنی تقریر کے ایک حصہ میں تو شاہ اورنگ زیب کو فریب دہی کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔ لیکن آپکی تقریر کے دوسرے حصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ممدوح کے ریاست بیکانیر پر بہت احسان ہیں اور یہ کہ ان احسانات کو محسوس کر کے مہاراجہ صاحب کے بزرگوں نے وفاداری سے شاہ دہلی کی بہت سی خدمات انجام دی تھیں۔

ہز ہائی نس کی اس تقریر کے دونوں حصوں کا مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس اورنگ زیب کو متعصب بیان کیا گیا ہے وہ نکتہ چینوں کے اپنے ہی اقوال کے مطابق نہایت ہی فراخدل اور وسیع النظر حکمران ثابت ہوتا ہے۔ جس پارک کے افتتاح کی خاطر لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کو بیکانیر میں مدعو کیا گیا تھا اُسکے متعلق مہاراجہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو علاقہ اب ریاست نظام حیدر آباد دکن کے نام سے موسوم ہے اسمیں شاہ اورنگ زیب نے مہاراجہ بیکانیر کے جد امجد راجہ کرن سنگھ جی کو ایک جاگیر

عطا فرمائی تھی۔ یہ جاگیر ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ہند کو تفویض کردیگئی اور اسکے بدلے میں گورنمنٹ کی طرف سے مہاراجہ بیکانیر کو مالی معاوضہ کے علاوہ ریاست بیکانیر کی سرحد پر دو گاؤں مرحمت کیئے گئے۔ اور چونکہ علاقہ نظام کی جاگیر اس امر کی یادگار تھی کہ راجہ کرن سنگھ جی نے شاہ اورنگ زیب کے عہد میں بھاری خدمات انجام دی تھیں اور یہ کہ بادشاہ کی آنکھ میں راجہ جی کی خاص وقعت تھی۔ اور چونکہ اب اصل جاگیر کا وجود نہیں رہا لہذا یہ تجویز کیا گیا کہ سابقہ جاگیر کی جگہ اس پارک کو از سر نو یادگار کے رنگ میں رکھا جائے۔

اگر پارک کی اصل کہانی کو اپنے ہی رنگ پر چھوڑ دیا جاتا تو صاف ظاہر تھا کہ شاہ عالمگیر دربار بیکانیر پر بڑے مہربان تھے اور یہ کہ مہاراجہ صاحب کے بزرگ مراحم خسروانہ کے مورد رہے تھے لیکن ریاست بیکانیر کے موجودہ حکمران بجائے اس کے کہ اپنے خاندان کے محسن کو اصل رنگ میں ظاہر کریں ہز ہائی نس نے بے موقعہ اور بے محل ایک بے ہنگم بے بنیاد روایت کا اپنی تقریر میں اضافہ فرمادیا۔ حیف ہے کہ جس بادشاہ کی شاہانہ فیاضی کے ثمرات سے بیکانیر کا خاندان اب تک بہرہ ور ہو رہا ہے اور جسکے بھاری احسانات کا مجسم اور زندہ ثبوت حق پہچانت (کیونکہ شہنشاہ اورنگ زیب کی عطا کردہ جاگیر واقعہ ریاست نظام حیدرآباد اس نام سے موسوم تھی) اور پارک ہیں۔ ایسے قدردان حق شناس اور محسن بادشاہ کی عنایات اور عطایات پر بے ثبوت روایات کی وجہ سے پانی پھیر دیا جاوے۔ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بیکانیر نے اپنی تقریر میں اس بات کا بھی اعتراف فرمایا کہ مہاراجہ کا موروثی خطاب بھی ریاست بیکانیر کے فرمانرواؤں کو اعلیٰ حضرت شاہ اورنگ زیب کی بارگاہ سے عنایت ہوا تھا۔ با ایں ہمہ ہز ہائی نس نے ۲۶- نومبر کو پارک کی افتتاح کے وقت حضور وائسرائے کی موجودگی میں فرمایا " اب میں مختصراً آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس پارک کا خیال مجھے کس طرح پیدا ہوا۔ اور اسکی توضیح کے لیئے میں آپ کو بادشاہ اورنگ زیب کے زمانہ تک واپس لے جاتا ہوں۔ ایک دفعہ اورنگ زیب نے ایک سازش کرکے راجپوتانہ

کے حکمرانوں کو دین محمدی اختیار کرنے پر مجبور کرنا چاہا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔ اور تمام ریاستوں کے نام احکام جاری کر دیئے کہ چونکہ شاہی فوج ایک مہم پر جا رہی ہے لہٰذا تمام ریاستیں اپنی اپنی فوج لیکر اٹک دریائے سندھ شاہی فوج کے ہمراہ چلیں - ان احکام سے غرض یہ تھی کہ جب راجا اور انکی فوجیں دریا کے پار چلے جائینگے تو وہاں وہ لاچار اور بے بس ہونگے اور ایسی حالت میں انکو حکم دیدیا جائیگا کہ یا تو مذہب اسلام اختیار کرلیں یا مرنے کے لیئے تیار ہو جائیں جو لوگ راجپوتوں کی تاریخ سے آشنا ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس سازش کا نتیجہ کیا ہوتا - لیکن جب راجپوت فوجیں دریا کی طرف کوچ کر رہی تھیں تو راستہ ہی میں اس سازش کا راز طشت از بام ہوگیا - اور راجپوت رؤسا نے خفیہ طور پر پخت وپز کرکے اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کا انتظام کرلیا - اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگئے چنانچہ جب شاہی افواج دریا کو عبور کر چکیں اور راجپوت فوجوں کو لینے کے لیئے کشتیاں واپس آئیں تو راجپوتوں نے ان کشتیوں کو گرفتار کرکے غرق کردیا - لکھا ہے کہ اس حملہ میں میرے جد بزرگوار راجہ کرن سنگھ جی نے ابتدا کی اور ان کے ہمراہی راجاؤں نے سابقہ قرارداد کے مطابق "جے جنگل دھر بادشاہ" کا نعرہ لگاکر انکے اس فعل کو مستحسن قرار دیا - یہ الفاظ جنکے معنی ہیں "جنگل کے بادشاہ کو فتح ہو" ابتک ہمارے ہاں کا طغرائے ریاست اور نشانات پر منقوش ہوتے ہیں - اور جن لوگوں نے اس سازش کی مخبری کی تھی انکی اولاد و احفاد تا ایں زمانہ بیکانیر میں آباد اور اُن مراعات سے مستفیض ہیں جو اس خدمت کے صلہ میں اُس وقت انکو عطا ہوئی تھیں اس واقعہ سے بادشاہ سخت ناراض ہوئے اور بیکانیر پر حملہ کرنے کے لیئے ایک فوج بھیجدی لیکن اس فوج کو فوراً ہی واپس کرلیا کیونکہ دکن میں شورش ہو رہی تھی اور بادشاہ اورنگ زیب کو باوجود تعصب مذہبی بہادر اور دلیر آدمیوں کی اشد ضرورت تھی اور علاوہ ازیں لاریب بادشاہ کو وہ قابل قدر خدمات بھی یاد آگئی ہونگی جو سامو گڑھ ضلع آگرہ کی فیصلہ کن لڑائی میں

دارا شکوہ کے مقابل راجہ کرن سنگھ جی اور اُنکے جنگ آزما بیٹوں یعنی راجکمار پدم سنگھ جی اور راجکمار کیسری سنگھ جی نے سر انجام دی تھیں اور جن خدمات کے اعتراف میں مذکورہ بالا جنگ سے گرد آلود واپس آنے پر بادشاہ نے خود اپنے رومال کے ساتھ اُنکے چہروں پر سے گرد صاف کی تھی۔ لہٰذا ان وجوہات سے بادشاہ نے ان کو بلا شرط و شروط معاف کر دیا۔ اور شاہی فوج کے ساتھ دکن کی طرف روانہ فرمادیا۔ اسکے چار سال بعد راجہ کرن سنگھ جی کا تو اورنگ آباد میں جہاں وہ کار سرکار پر مامور تھے انتقال ہوگیا اور اسی طرح جب راجکمار پدم سنگھ جی دریائے ٹاپٹی کے قریب جادو رائے اور ساون رائے کے ساتھ مصروف پیکار تھے تو نہایت بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھا اور اپنے ہر دو حریفوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر خود بھی بادشاہ کے لیئے دشمن کی کثیر التعداد فوج کے ساتھ آخر دم تک لڑتے لڑتے کام آئے۔ ان قابل قدر خدمات کے باعث بادشاہ نے ریاست نظام کے عین مرکز میں اورنگ آباد کے قریب میرے جد بزرگوار راجہ کرن سنگھ جی کو وسیع قطعات زمین عطا فرمائے اور راجہ صاحب نے اس زمین میں تین گاؤں آباد کئے اور بیکانیر کے تین سورماؤں کے نام پر اُنکو کیسری سنگھ پورہ۔ پدم پورہ اور کرن پورہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ یہ جاگیر ۲۴۹ برس تک مہاراجگان بیکانیر کے زیر تصرف رہی۔ شاہ اورنگ زیب کی جو خدمات میرے بزرگوں نے کی ہیں اُسکے سلسلہ میں مَیں ایک واقعہ کا اضافہ کرتا ہوں وہ یہ کہ راجہ کرن سنگھ جی کے سب سے بڑے بیٹے راجکمار پدم سنگھ جی کے حقیقی بھائی مہاراجہ انوپ سنگھ جی نے گولکنڈہ کی تسخیر میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اسکے اور نیز دوسری خدمات کے صلہ میں بادشاہ سے ہمارے خاندان کا موروثی خطاب مہاراجہ حاصل کیا تھا"

اسکے بعد مہاراجہ صاحب نے وہ تمام قصہ سنایا جسکے مطابق ریاست بیکانیر سنہ ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ہند سے مالی معاوضہ اور سرحد بیکانیر پر دو گاؤں لیکر حق پرگنجات کے قبضہ سے دست بردار ہوئی تھی۔

مہاراجہ صاحب کی تقریر کا مذکورہ بالا اقتباس بجائے خود اس الزام کی تردید ہے جو کہ مہاراجہ صاحب نے شاہ اورنگ زیب پر حضور وائسرائے کی موجودگی میں لگایا ہے۔ اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب ہرگز متعصب نہ تھا۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ کیونکر خاندان بیکانیر کے ساتھ ایسی فراخدلی سے سلوک کر سکتا تھا۔ دوئم یہ کہ راجپوتوں کو جبراً مسلمان کرنے کی کمینہ سازش افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مہاراجہ بیکانیر کے بہادر اور غیور بزرگ کیونکر اس امر کو گوارا کر سکتے تھے کہ جو شخص اُنکے دین و دھرم پر کمینگی سے حملہ کرے وہ اُس سے معافی کے خواستگار ہوں اور پھر اُسکے لیئے نہایت وفاداری اور پامردی سے اُسکے ہندو دشمنوں سے لڑکر جان تک نثار کردیں جو شخص راجپوتوں کی تاریخ سے واقف ہو وہ خوب جانتا ہے کہ اگر اورنگ زیب راجپوتوں کے مذہب اور قوم کو خفیہ سازشوں کے ذریعہ پامال و نابود کرنے کا منصوبہ کرتا تو کیا ممکن ہو سکتا تھا کہ جنگجو اور بہادر راجپوت ایسے بادشاہ کے سامنے گردن جھکاتے اور اپنی وفاداری کو ثابت کرنے کے لیئے اپنا خون بہاتے۔ مہاراجہ صاحب نے گو اپنے بزرگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن اس تعریف کے ساتھ بادشاہ پر بے بنیاد الزام لگاکر انہوں نے بیکانیر کے بہادر مہاراجوں کی ہتک کی ہے۔ وہ لاریب بہادر اور غیور تھے اور ان بہادر و غیرتمند راجپوتوں کا اپنے بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری سے پیش آنا ہی اس امر کی بیّن اور زبردست شہادت ہے کہ ان لوگوں نے اورنگ زیب کے وجود میں ایسے آقا کے اوصاف پائے تھے جو اپنی شرافت اور دریا دلی سے راجپوتوں کی سی بہادر قوم کو اپنا خادم بنا سکتا تھا۔ واضح رہے کہ بہادر راجپوتوں سے خدمت اور طاعت کا خراج لینا صرف اُسی صورت میں ممکن تھا جبکہ انکا مخدوم شرافت اور عالی حوصلگی کے زیور سے آراستہ ہوتا۔ مہاراجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بادشاہ نے اپنے راجپوت جرنیلوں کے گرد آلود چہروں کو اپنے رومال سے صاف کیا تھا۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی ایک بات صاف ظاہر کرتی ہے کہ شاہ اورنگ زیب اپنے راجپوت

جرنیلوں کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کے راجپوت جرنیل اپنے بادشاہ
سے کامل اخلاص رکھتے تھے۔ ہمیں تعجب آتا ہے کہ خادم و مخدوم تو خوش ہیں اور
اگر خادم سے غلطی ہوئی ہے تو دوسرا معاف کرتا ہے۔ اور اگر خادم اپنی غلطی کی تلافی
کے لیئے اپنی وفاداری پر خون سے مہر ثبت کرتا ہے تو مخدوم اپنی خسروانہ مراعات
وعنایات سے اپنے با اخلاص سپہ سالاروں کو مرہون منت بناتا اور اُنکی آئندہ نسلوں کو زیر بار
احسان کرتا ہے لیکن بادشاہ کے مخلص و غیور اور بہادر و وفادار جرنیلوں کے جانشین
یعنی موجودہ مہاراجہ صاحب بیکانیر بادشاہ کو تعصب اور کینہ چالبازیوں کا ملزم ٹھہراتے
ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے جہاں اپنے قابل ستائش بزرگوں کی بہادری وجانبازی
کی بار بار تعریف فرمائی ہے وہاں اُنکے مخدوم و آقا شاہ عالمگیر کی ذات ستودہ صفات
پر بدنما دھبّا لگانے کی کوشش کی ہے۔ اور افسوس ہے کہ اس طرح اُنہوں نے
خود اپنے بزرگوں کے روشن نام پر بھی داغ لگایا ہے۔ اگر مہاراجہ صاحب کا خیال
اورنگ زیب کی نسبت درست ہے تو گویا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابق والیان
بیکانیر غیرت سے معرّا تھے کیونکہ وہ ایسے شخص کی خدمات کو حصول عزت کا ذریعہ سمجھی
جو کمینہ چالوں سے اُنکے مذہب اور قومیت کو مٹانا چاہتا تھا۔ اور حالانکہ وہ جانتے
تھے کہ بادشاہ اپنی حملہ آور فوج کو بیکانیر سے صرف اسلیئے واپس کرتا ہے کہ اُسکو دکن
کے لیئے راجپوت سرداروں کی امداد درکار ہے۔ مگر اسپر بھی وہ جاگیر اور خطاب حاصل
کرنے کے لیئے اورنگ زیب کی لڑائیاں اور لڑائیاں بھی ہندوؤں سے لڑتے رہے۔
لیکن ہم کامل یقین اور پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ الزامات محض بے بنیاد اور
قوّت متخیلہ کے ناجائز نتیجے ہیں۔ جن وجوہات کی بنا پر ہم ان الزامات کو ناقابل پذیرائی
سمجھتے ہیں اُن میں سے ایک مہاراجہ صاحب کے بزرگوں کا اپنا فعل ہے۔ اور سب
مہاراجہ بیکانیر کے بزرگ اصحاب شرافت و غیرت تھے اور اگر آج وہ زندہ ہوتے
تو وہ اپنے اقوال سے بھی اپنے موجودہ جانشین کی ویسے ہی تردید کرتے جس طرح
سنین ماضیہ میں وہ اپنے افعال سے کر چکے ہیں +

راجہ کرن سنگھ جی اور اُنکے بہادر بیٹوں کا شاہ دہلی کی خاطر اپنی جانوں تک قربان کر دینا ایک ایسا امر ہے جو نہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ سابق والیان بیکانیر کو تخت دہلی سے کیسا اخلاص تھا بلکہ اس سے صریحاً یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ وہ لوگ اپنے موجودہ جانشین کی رائے سے متفق نہ تھے اور اُن کے واہمہ میں بھی اُن الزامات کا گذر نہیں ہوا تھا جو آج کئی سو برس بعد اُنکے بادشاہ کی نسبت بیان کیئے گئے ہیں اور ریاست بیکانیر کا موجودہ فرمانروا اُنکو قیصر ہند کے عالی مقام نائب کی موجودگی میں فخراً بیان کرتا ہے۔

ہم کو رہ رہ کر تعجب اور بار بار افسوس آتا ہے کہ مہاراجہ صاحب نے کیوں شاہ عالمگیر پہ نامناسب اور بے محل حملہ کیا اور اس حملہ کا یہ کونسا موقعہ تھا اسوقت تو اُمید تھی کہ مہاراجہ صاحب اورنگ زیب کے احسانات کا ذکر کرینگے اور اُس محسن بادشاہ کی تعریف میں کچھ کلمات کہیں گے۔ مہاراجہ صاحب کی تقریر سے صاف پایا جاتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ اور اُنکے ہمعصر راجپوت شہزادوں کے باہمی تعلقات نہایت دوستانہ تھے اور موخرالذکر کی خاصی تعداد شاہی فوج میں ملازم تھی۔ شاہ دہلی کو اپنے راجپوت جرنیلوں پہ بھروسہ تھا اور راجپوت شہزادوں نے اپنے وفادارانہ طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ اُنپر بادشاہ کا بھروسہ کرنا بے جا نہ تھا۔ جس پبلک پارک کے افتتاح کی غرض سے حضور وائسرائے کو مدعو کیا گیا تھا وہ جہاں راجہ کرن سنگھ کی بہادری کی یادگار ہے وہاں اورنگ زیب کی فیاضی کا بھی ایک بین نشان ہے۔ کیونکہ حیدرآباد کی جاگیر مسمیٰ بہ حق پر بجارت اسی فیاض بادشاہ کا عطیہ تھی۔ مہاراجہ صاحب نے جیسا کہ اُنکی تقریر سے ظاہر ہے یہ بھی فرمایا کہ مہاراجہ کا موروثی خطاب بھی اُنکے مورث اعلیٰ کو شاہ اورنگ زیب کی طرف سے عطا ہوا تھا ان خسروانہ عطیات اور نوازشات پر خاندان بیکانیر کو شاہ اورنگ زیب کا شکرگذار ہونا چاہیئے تھا اور اس فراخدل اور قدردان فرمانروا کو حضور وائسرائے کے سامنے اپنے اصلی رنگ یعنی خاندان بیکانیر کے مخدوم و محسن کی حیثیت میں

ظاہر کرنا مناسب تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ محبت کا جذبہ یا احسان کا احساس جو مہاراجہ صاحب کے بزرگوں کو شاہ عالمگیر سے متعلق تھا اُس کا کچھ بقیہ موجودہ والیٔ بیکانیر کے قلب میں نہیں ہے۔ آپنے اپنی تمام تقریر میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہا جس اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی شکرگذاری مترشح ہو یا یہ ظاہر ہو کہ مہاراجہ صاحب کو شاہ عالمگیر کے احسانات کا احساس ہے۔ اور وہ اپنے بزرگوں کے محسن کو وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ گو مہاراجہ صاحب کو اپنے بزرگوں کی بہادری اور وفاداری کے ساتھ ہی اُنکے آقا کی شاہانہ عنایات کا بھی ذکر کرنا پڑا ہے لیکن شاہ اورنگ زیب کی خادم نوازی فراخدلی اور قدردانی پر پانی پھیرنے کے لیئے اسکے ساتھ ہی "باوجود تعصب مذہبی" کا فقرہ ایزاد کر دیا ہے۔ اس فقرہ کے اضافہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گو ظاہراً اورنگ زیب راجپوت شہزادوں پر مہربان تھا لیکن درپردہ وہ اُن سے نفرت رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی الزام کی تقویت کے لیئے راجپوتانہ کو مسلمان بنانے کی سازش' کا افسانہ ایزاد کیا گیا ہے۔

ہم محو حیرت ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے کیونکر سازش کے افسانہ کو حقیقت کا جامہ پہنا لیا حالانکہ ادنیٰ سی توجہ اسکی اصلیت کا اظہار کر سکتی تھی۔ جو حکمت عملی اس سازش کو عمل میں لانے کے لیئے اورنگ زیب کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ خصوصیت سے قابل غور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجپوت فوجوں کو سندھ پار لیجاکر اسلام کی دعوت دینی تھی اور اگر وہ نہ مانتے تو اُنکو موت کیلیئے تیار ہونا تھا۔ اس تجویز کی بیہودگی محتاج ثبوت نہیں اور نہ ہی پرلے درجے کے احمق اور بیوقوف کے سوا کوئی شخص ایسی تجویز پر عمل کر سکتا ہے جائے غور ہے کہ جنگجو بہادر راجپوتوں کی فوج کو۔ جنکے افسروں کے گرد آلود چہروں کو خود بادشاہ نے اپنے رومال کے ساتھ صاف کیا ہو۔ دریائے سندھ پار صرف اس غرض سے بھیجا جائے کہ وہ اسلام اختیار کریں یا موت کے لیئے تیار ہوں اور لطف یہ کہ دکن میں اُنکی خدمات کی اشد ضرورت بھی موجود تھی۔ ایسی تجاویز کسی عقلمند کے دماغ کا نتیجہ نہیں ہو سکتیں

اور نہ ہی یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب اسقدر عقل و فہم سے بے بہرہ تھا۔ ہاں مہاراجہ صاحب نے یہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص راجپوتوں کی تاریخ سے واقف ہے وہ جان سکتا ہے کہ اس تجویز کا کیا نتیجہ ہوتا"۔ اس جملے سے مہاراجہ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ راجپوت جبراً اسلام اختیار کرنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتے یہ درست ہے بے شک راجپوت ایسا ہی کرتے لیکن کیا اورنگ زیب کو راجپوتوں کی حالت کا علم نہ تھا۔ یا کیا وہ راجپوتوں کے عادات و رسومات سے ناواقف تھا۔ وہ تو دوسروں کی نسبت راجپوتوں کو زیادہ سمجھتا تھا کیونکہ اُسکی رگوں میں بھی تو آخر راجپوتی خون تھا۔ الغرض حضرت اورنگ زیب خوب جانتے ہونگے کہ آیا آں رُوئے دریائے سندھ لیجا کر راجپوتوں کی قوم کو جبراً مسلمان کیا جا سکتا ہی؟ ہم اس قصہ پر یقین کرنیوالوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر سندھ کے اس طرف شاہ عالمگیر کمزور اور ناتواں تھے تو سندھ کے پار وہ کیونکر طاقتور اور زبردست ہو سکتے تھے؟ اُنکا پایۂ تخت اور طاقت کا مرکز تو سندھ کے اس پار ہی تھا اور کیا راجپوت افواج کے لیئے سندھ پار جانا کوئی غیر معمولی بات تھی؟ کیا تاریخ کے پڑھنے والے یہ نہیں جانتے کہ سلاطین مغلیہ کابل میں راجپوت افواج کو بطور قلعہ گیر لشکر کے متعین رکھتے تھے؟ پھر یہ کونسی نئی اور انوکھی بات تھی کہ بادشاہ اورنگ زیب نے ایک مہم کے لیئے راجپوت افواج کو سندھ پار جانے کا حکم دیا۔ اس بے بنیاد الزام کے مصنفوں کو عقل سلیم سے کام لیکر سوچنا چاہیئے تھا کہ اگر سندھ پار جا کر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بھی کر لیا جاتا تو کیا وہ سندھ کے اس طرف آکر پھر ہندو نہیں ہو سکتے تھے؟ اور کیا جس خوف کی وجہ سے اورنگ زیب نے اُن راجپوتوں کو سندھ سے اسطرف مسلمان بنانا پسند نہیں کیا تھا وہی خوف پھر راجپوتوں کے واپس آنے پر قائم نہیں رہتا تھا؟ اور کیا اورنگ زیب جیسا مدبر بادشاہ فہم سلیم سے ایسا مبرا تھا کہ یہ موٹی باتیں بھی اسکی سمجھ میں نہ آئیں؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً نہیں اصل بات یہ ہے کہ شاہ اورنگ زیب پر ایسا کریہ الزام محض بے ہودہ اور قلت تدبر

کا نتیجہ ہے جس سے افسوس ہے کہ عالی مرتبہ اور روشن خیال اُمراء بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر کی تقریر کو صحت کے قریب لانے اور قابل پذیرائی بنانے کیلئے اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ نے کسی مہم پر شاہی افواج کو آنزوی دریائے سندھ کوچ کر جانے کا حکم دیا اور حسب دستور سابق راجپوت رؤسا کی امدادی افواج کو بھی شاہی فوج کی اعانت پر پہنچنے کے فرامین صادر کیئے راجپوت فوجیں روانہ تو ہوگئیں لیکن دوران کوچ میں کسی توہم پرست ہندو کو اس مفروضہ سازش کا وہم ہوا اور اُس نے خفیہ خفیہ اس جال کو اسقدر بڑھا کر پھیلایا کہ تمام لشکر اور خود راجپوت شہزادے بھی دام تزویر میں اسیر ہو گئے اور غدر ۱۸۵۷ء کی طرح ایک بے بنیاد افواہ پر اپنی محسن گورنمنٹ سے سرکشی کا ارتکاب کر بیٹھے۔ بادشاہ نے اس نافرمانی اور شوخی کی سزا کے لیئے بیکانیر پر فوج کشی کا حکم دیا۔ لیکن اس مدت میں راجہ کرن سنگھ جی کو اپنی غلطی کا علم ہو چکا تھا انہوں نے اپنے بادشاہ سے معافی کی درخواست کی اور بادشاہ نے اپنے پرانے جان نثار سردار کو فراخدلی سے معاف فرما دیا۔ اسکے بعد راجہ جی نے اپنی فروگذاشت کی تلافی اور بادشاہ کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لیئے نہایت جانبازی سے جوہر مردانگی دکھائے اور بادشاہ سے جاگیر حاصل کی پھر ایک مخلص ملازم کی طرح اپنے آقائے نامدار پر اپنی جان عزیز قربان کر کے ثابت کر دیا کہ شریف اگر غلطی بھی کریں تو اس طرح اسکی تلافی کیا کرتے ہیں اور احسان کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ پس اگر اس واقعہ کی کوئی اصلیت ہے تو اس سے زیادہ نہیں اور یہی قرین قیاس اور قابل تسلیم ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ سازش کے افسانے کو ذرا وضاحت سے بیان کر دیں اور اپنے ناظرین کو یہ جتلا دیں کہ جس قوم کے افراد اس روشنی کے زمانہ میں بھی توہمات کا شکار ہوں اور جن کے نزدیک آریہ ورت سے باہر قدم رکھنا گویا ہندو دھرم کو بگاڑنا ہے۔ کیا ان سے یہ بعید تھا کہ سندھ پار جانے کے فعل کو ہی دھرم کا بگاڑ سمجھ لیتے۔

.... پھر ۱۸۵۷ء کا خطرناک خونی منظر ابھی بہت پرانا نہیں ہوا کیا اس وقت

اسی توہم پرستی نے ملک میں خون کی ندیاں نہیں بہا دی تھیں؟ کیا بے بنیاد اور بے ہودہ الزامات کی گورنمنٹ عالیہ کے خلاف ایسے رنگ میں اشاعت نہیں کی گئی تھی؟ کہ گویا وہ صحیح ہیں پھر کیا ان لغو مگر زہرآلود الزامات سے بڑے بڑے لوگ متاثر نہیں ہوئے؟ کیا ایک برہمن کی آواز پوربی سپاہیوں سے گذر رانی جھانسی اور نانا دھندو پنتھ تک کے کانوں میں نہیں پہنچی؟ پھر کیا یہ بڑے بڑے لوگ اس کے اثر سے محفوظ رہے؟۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر انیسویں صدی میں جبکہ توہم پرستی اُڑنی شروع ہو گئی تھی۔ یہ ممکن ہو گیا کہ ایک لغو افواہ نے بڑھتے بڑھتے اصلیت کا جامہ پہن لیا اور کشت و خون کا بازار گرم کرا دیا۔ تو کیا بدرجہ اولیٰ یہ ممکن نہیں کہ ۱۸۵۷ء سے ڈیڑھ دو سو سال پیشتر توہمات نے اسی رنگ میں اپنا اثر کیا ہو۔ فرق صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ایک صورت میں تو سندھ پار لیجا کر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بنانے کا افسانہ وضع کیا گیا اور دوسری طرف چربی والے کارتوسوں کے ذریعہ ہندو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی من گھڑت کہانی مشہور کی گئی۔

الغرض مہاراجہ صاحب نے جو الزامات شاہ اورنگ زیب پر لگائے ہیں وہ دراصل اُس نوعیت کے ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ پر ۱۸۵۷ء میں لگائے گئے اور جس طرح موخر الذکر الزامات کا ماخذ ایک توہم پرست دماغ تھا اسی طرح یقیناً اول الذکر کی حالت میں بھی انہی توہمات کا گہرا اثر ہوا ہوگا۔ ہزہائی نس نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ کہ اورنگ زیب نے خفا ہو کر "بیکانیر پر حملہ کرنیکے لیئے ایک فوج بھیجی لیکن بعدازاں راجپوت شہزادوں کو معاف فرما دیا" ہم کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ نے کوئی سازش کی تھی اور اس سازش کا علم بروقت راجپوت شہزادوں کو ہو گیا تھا تو اورنگ زیب کو اپنی حرکت پر شرمندہ ہونا چاہیئے تھا نہ کہ اُلٹی خفگی کرتا۔ اور معاف کرنیکے کیا معنے اُسے تو خود اپنے راجپوت جرنیلوں سے معافی مانگنی چاہیئے تھی تاکہ اُنکا جائز غصہ کم ہو جاتا اور اُنکو یقین ہوتا کہ بادشاہ آیندہ کبھی اُنکے دھرم بگاڑنے کی کوشش نہ کرے گا۔ لیکن مہاراجہ صاحب کی تقریر سے تو صاف پایا جاتا ہے کہ نہ تو راجپوتوں کی طرف سے

کوئی شرائط پیش ہوئیں اور نہ ہی بادشاہ نے کسی شرط پر معاف کیا جسکے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ راجپوت شہزادوں کو جب اپنی غلطی کا علم ہوا تو انہوں نے بغاوت کے سیاہ داغ کو جو انکی وفاداری کے سفید لباس پر بہ منزلہ ایک بدنما دھبے کے تھا معافی کے صاف پانی سے دھوڈالنے کا عزم کرلیا اور قبل اسکے کہ شاہ عالمگیر کی آتش غضب ہر ایک چیز کو خاک سیاہ کرتی انہوں نے اپنی فروگذاشت کا اظہار اور سابقہ خدمات کا واسطہ دیکر اپنے جرم پر قلم عفو کھینچے جانے کی درخواست کی ہوگی جو بادشاہ کی پیشگاہ عالی سے منظور ہوئی ؛

المختصر اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت اور مہاراجہ صاحب کی تقریر میں کوئی اصلیت ہے تو وہ اسی قدر ہے جو ہم نے وضاحت سے اوپر بیان کردی۔ ہمیں یہاں تک تو مہاراجہ صاحب سے اتفاق ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ بادشاہ پر سازش کا الزام لگایا گیا ہو اور یہ کہ راجپوتوں نے دریائے سندھ کے کنارہ پر پہنچکر بغاوت کردی ہو لیکن محض ایک الزام کی بنا پر یہ کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی سندھ پار لیجاکر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بنانے کی سازش کی گئی تھی۔ ہم نے اس فرضی سازش کو ۱۸۵۷ء کی مفروضہ سازش سے تشبیہ دی ہے اور یہ مشابہت بالکل صحیح ہے۔ اگر خدانخواستہ اس زمانہ میں انگریزی سلطنت کی بجائے کوئی اور حکومت ہوتی اور اس حکومت کا حاکم اعلیٰ ریاست جھانسی وغیرہ میں مدعو کیا جاتا اور ریاست کا فرمانروا اُس نائب السلطنت کے سامنے تقریر کرتے وقت کہتا کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے کارتوسوں میں سوٴر اور گائے کی چربی لگاکر ہندوستانیوں کے مذہب کو بگاڑنے اور اُنکو عیسائی بنانے کی کوشش کی تھی لیکن اس سازش کا بروقت علم ہوگیا اور ہمارے بزرگوں نے یہ کیا وہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

اب ہز ہائی نس خدارا یہ فرمائیں کہ ان دونوں سازشوں میں فرق کیا ہے؟ صرف اتنا کہ ایک میں گورنمنٹ مغلیہ اور دوسری میں گورنمنٹ انگلشیہ ہے ورنہ واقعات یکساں تو ہمات یکساں اور انکی اشاعت یکساں ہے۔ پھر کیا کوئی سلیم الفطرت

انسان غدر ۱۸۵۷ء کی مفروضہ سازش کو صحیح سمجھ سکتا ہے؟ اور اگر ایک کو صحت سے معرا سمجھا جائے تو کیوں دوسری کو یہی پایہ نہیں دیا جاتا؟

یہ بے محل نہ ہوگا اگر ہم یہاں پر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب الموسومہ بہ دعوت اسلام سے ایک واقعہ نقل کردیں اور دکھائیں کہ شاہ عالمگیر کے غیر مسلم لوگوں خصوصاً راجپوتوں کے متعلق کیا خیالات تھے اور یہ کہ مذہب اسلام کا پابند اورنگ زیب کسطرح قرآن پاک کے احکام پر عمل کرکے کسی کے مذہب میں دخل دینا ممنوع سمجھتا تھا۔ ہم یقین رکھتے ہیں ان سطور کا مطالعہ طالب حق پر مہاراجہ صاحب کی بیان کردہ مفروضہ سازش کا اصل راز افشا کردے گا۔ مسٹر آرنلڈ فرماتے ہیں "ایک دفعہ کوشش کی گئی کہ دو غیر مسلم ملازمین سرکار کو اس بنا پر علیحدہ کرا دیا جائے کہ وہ پارسی (آتش پرست) ہیں اور اُنکی جگہ مسلمانوں کا تقرر عمل میں آئے۔ شاہ اورنگ زیب نے جواباً فرمایا "عام دنیوی تعلقات میں کسی کے مذہب سے کیا سروکار ہے اور ایسے معاملات میں تعصب مذہبی کو ہرگز راہ نہیں دینی چاہیئے۔ اپنے اس جواب کو تقویت دینے کے لیئے بادشاہ نے قرآن کریم کی یہ آیت سنداً پڑھی لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ یعنی تمھارے لیئے تمھارا مذہب اور میرے لیئے میرا مذہب۔ اور اسکے بعد فرمایا "اگر ہم اس نصیحت پر عمل پیرا ہوتے تو چاہیئے تھا کہ تمام راجاؤں اور اُن کی رعایا کو تباہ کردیتے"۔ یہ ہیں اُس بادشاہ کے خیالات اور معتقدات جسپر کمال بے رحمی سے ایک کمینہ سازش کا الزام لگایا جاتا ہے واضح رہے کہ اورنگ زیب ایک پابند مذہب بادشاہ تھا اور وہ اپنی ہر رائے کو قرآن کے ماتحت رکھتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔ لہذا ایسے بادشاہ پر کمینہ سازشوں اور جبراً مسلمان کرنے کا الزام ایسا ہی غلط اور بیہودہ ہے جیسا کہ اسلام کی تعلیم پر جبراً اشاعت مذہب کی اجازت دینے کا لغو الزام پایۂ صداقت سے گرا ہوا ہے۔

بالآخر ہم مکرر اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بیکانیر نے

شاہ اورنگ زیب پر بے جا اور بے بنیاد الزام لگا کر مسلمانوں کے قلوب کو سخت صدمہ پہنچایا ہے مناسب تو یہ تھا کہ جاگیر بریجات کے عطا کنندہ اور راجگان بیکانیر کو مہاراجہ کا خطاب دینے والے بادشاہ کی شکرگذاری کا موجودہ نائب السلطنت کی موجودگی میں اظہار کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ ایشیا کی ایک بہادر قوم صدیاں گذر جانے پر بھی احسان کو فراموش نہیں کرتی - چونکہ مہاراجہ صاحب نے بادشاہ اورنگ زیب پر ایک سنگین اور دل دکھانے والا الزام لگایا ہے- لہٰذا ہمیں اس بات کے مطالبہ کا حق حاصل ہے کہ مہاراجہ صاحب اس دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں اور معتبر تاریخ سے اس بے ہودہ سازش کے الزام کو صحیح اور واقعی ثابت کریں- مہاراجہ صاحب نے راجپوت افواج اور راجہ کرن سنگھ جی کے مقابلہ کو 'بیکانیر کی تاریخ کا ایک سنہری باب' لکھکر پکارا ہے کیونکہ انکے خیال میں یہ کارروائی اپنے دھرم کی حفاظت کے لیئے تھی۔ لیکن ہم مہاراجہ صاحب یا انکے ہر ایک ہم خیال سے دریافت کرتے ہیں کہ آپکے پاس اس بات کے باور کرنیکی کیا وجوہات ہیں کہ یہ سنہری باب توہم یا بناوٹ کے ہاتھ کا رقم زدہ نہیں ؟

اس مضمون کے خاتمہ پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک غلط تعبیر کا ازالہ کردیں وہ یہ کہ مبادا ہمارے الفاظ سے کسی کو شبہ ہو کہ ہم تمام ہندو قوم کو اس غلطی کا شکار سمجھتے ہیں جسکے جال میں مہاراجہ صاحب بیکانیر پھنس گئے ہیں - نہیں نہیں ہمارا ہرگز ایسا خیال نہیں - ہندو قوم میں اورنگ زیب کے احسان کے قدردان اور حقیقت سے آشنا لوگ موجود ہیں - چنانچہ ہم کو یاد ہے کہ مسلم یونیورسٹی کی ابتدائی تحریک کے زمانہ میں راجہ برج نارائن صاحب نے یونیورسٹی کے چندہ میں ایک سو روپیہ ارسال کیا تھا اور اسکے ساتھ ہی تحریر فرمایا تھا کہ ہمارا خاندان شاہ عالمگیر کا شکرگذار اور ہماری ریاست اُس تاجدار کی یادگار ہے- پھر بہت دیر نہیں گذری کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے بنگالی سکرٹری نے بنارس سے شاہ اورنگ زیب کا ایک حکمنامہ نکالکر اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو سنایا تھا کہ

جب بادشاہ کو محاصل بنارس کے تشدد و سختی اور ہندوؤں کے مذہبی امور میں دست اندازی کا علم ہوا تو آپ نے محاصل مذکور کو یہ حکم لکھا کہ ہم نے سنا ہے تم ہندوؤں کے مذہبی امور میں مداخلت کرتے اور ان پر تشدد روا رکھتے اور مندر گرواتے ہو یہ امور ہمارے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہیں اگر آئندہ شکایت ہوئی تو قرار واقعی سزا دیجائے گی وغیرہ وغیرہ۔

اے کاش مہاراجہ صاحب بیکانیر نے جہاں ایک فرضی اور بناوٹی سازش کی کہانی سنی تھی وہاں وہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور دوسرے اخبارات میں راجہ برج نارائن اور فاضل سکرٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے خیالات کا بھی مطالعہ فرما لیتے اور بے وجہ ایک دل دکھانے والی کہانی حضور وائسرائے ہند کو سنانے کی تکلیف گوارا نہ کرتے۔

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ

(احباب و اہل اسلام اس چھٹی پر غور فرماویں ایک دردمند دل کی تحریر ہے۔ دردمند دل سے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ پوری توجہ کریں۔ تین ہزار ایک پرچہ کے لیئے۔ زیادہ نہیں۔ چاہو خریدار بنو۔ چاہو۔ امدادی رنگ میں دو۔ جس طرح ہو خواجہ صاحب کی ہمت بڑھاؤ۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ۔ والسلام)

نورالدین عفی اللہ عنہ ۲۶- فروری ۱۳ء

میرے مرشد و آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی سال ہوئے جب یہ آواز دی اور خدائے تعالیٰ نے اس آواز پر ایک جماعت انصار کی انہیں عطا کی۔ جنہوں نے وہ نمایاں اسلامی خدمت آجتک کی کہ جس کا اہل ہند نے اعتراف کیا۔ آج میں کئی ہزار میل پر بیٹھا ہوا انصار کی سرزمین سے پھر یہ آواز دیتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ میری یہ صدا خالی نہ جاویگی درا صل تو میری سب امیدوں اور آرزوؤں کو پورا کرنیوالا اور میرے مقاصد کو بر لانے والا۔ وہی سبحانہٗ تعالیٰ ہے جس نے مجھے اس سرزمین میں آناً فاناً بھیجکر میرے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کا

ایک وسیع میدان کھولدیا لیکن حالت اضطرار میں - من انصاری الی اللہ بھی پکار نا مجھے اسی نے سکھلایا - یوں تو کوئی ہفتہ نہیں گذرتا کہ ابناء الدجال مسیح کے غلام سے ذلیل و خوار نہیں ہوتے - اور پرائیویٹ طور سلسلہ گفتگو بھی مفید پیمانہ پر جاری ہے - لیکن دیر پا تاثیرات پیدا کرنے کے لیئے کسی ایک مستقل کوشش کی ضرورت ہے - بلاد غربیہ میں مسئلہ اشاعت اسلام پر جو مجھے سمجھ آیا میں نے اس چٹھی میں اسے لکھ بھیجا جو سالانہ جلسہ میں سنائی گئی جسکی غرض یہ تھی کہ یہاں سے کوئی رسالہ جاری ہو - یا ریویو آف ریلیجنز کو اس طرف منتقل کیا جاوے مجھے بعد میں معلوم ہوا - کہ قومی مصالح اور دیگر اخراجات کثیر - اس پندرہ بیس ہزار کے متحمل نہیں ہوسکتے جو ریویو آف ریلیجنز کا یہاں لایا جانا چاہتا تھا لہذا بعد از دعا استخارہ مشورہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایک ماہواری میگزین یہاں سے نکالوں :

میری مختصر رہائش نے مجھ پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دنیا مذہب سے کچھ ایسی بیزار ہے کہ کسی امر میں جس کو کچھ مذہب سے تعلق ہو - انکو اس سے کوئی دلچسپی نہیں - خالص مذھبی رسالہ کا خریدنا تو درکنار شاید مفت بھی اس کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے - اس لیئے یہ پسند کیا گیا ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ دیگر امور پر بھی مشتمل ہو - اخلاق - اقتصاد - تعلیم - امور سیاسی و مجلسی دراصل دنیا نے انکو مذہب سے الگ کر رکھا ہے - لیکن اسلام میں تو یہ سارے امور آجاتے ہیں - اسلیئے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پرچہ کی اصل غرض و غائت تو مذہب ہی ہے - ہاں بعض طبائع کو پڑھنے کی تحریک دینے کے لیئے اس میں اور امور بھی لکھ دیئے جاویں گے - لیکن انکو بھی اسلامی جھلک سے رنگین کر دیا جاوے گا - علاوہ ازیں میرے ایک خاص دوست ہیں وہ رسالہ میں اس قسم کے مضامین کے اندراج ہونے پر ایک خاص تعداد اس رسالہ کی اپنے خرچ پر مفت تقسیم کرا دیں گے - ان کا ایک مقصد ہے خدائے تعالیٰ ان کو انکے مقصد میں کامیاب کرے :

اس رسالہ کے اخراجات میں بحیثیت ایڈیٹر اپنی محنت اور بحیثیت مینجر اخویم ڈاکٹر عباد اللہ صاحب کی محنت میں شامل نہیں کرتا - خدائے تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو اجر عظیم اپنی جناب سے دے - صرف چھپائی - اشاعت - کاغذ - محصول ڈاک اور دیگر امور ضروری کے لحاظ سے اور اس امداد کو الگ کر کے جو میرے دوست نے دینی ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے بھائی دو ہزار کاپی کی خریداری

سردست کریں - اس میں ایک ہزار میں یہاں امریکہ - افریقہ و یورپ میں مفت تقسیم کرونگا-
اور یہ بالکل تھوڑا ہے یہاں تو کئی ہزار کاپی مفت تقسیم ہو تو پھر کوئی صورت پیدا ہوگی - اور متواتر
اور مستقل کوشش سے ہی کوئی نتیجہ مترتب ہوگا - میں چاہتا ہوں میرے بھائی خواہ وہ انگریزی
داں ہیں یا غیر انگریزی داں اسکے خریدار بنیں - اُردو داں اصحاب کی خدمت میں اس کا اردو ترجمہ
پہنچا کریگا - میں نے قیمت اسکی پانچ روپے سالانہ رکھی ہے اور حالات بالا کے لحاظ سے یہ بہت
نہیں - میں چاہتا ہوں کہ بعض بھائی قیمت کا لحاظ نہ کریں بلکہ عنداللہ جو کچھ اُن سے بن پڑے
اسوقت میری مدد میں ایثار کردیں - خدا کے فضل سے مینے آجتک ہندوستان میں مختلف کتابیں
اس اصول پر شائع کیں - اور گذشتہ تین چار سال متواتر سلسلۂ الٰہیہ کی خدمت میں کوشاں رہا -
بھائیوں کی امداد سے خدا نے میری محنت کو ضائع نہ کیا - ہندوستان میں راستہ صاف ہُوا -
اب مصلحت ربی نے مجھے یہاں لائی - میرے ہاتھ میں کستی اور کند سے پر ربانی کندھالی ہے -
لیکن یہاں تو بہت کھردرے میدان - سنگلاخ پہاڑ - خار وار جھاڑیاں اور ویرانے ہیں -
خدا ہی ہے جو میرے ہاتھ کو مضبوط اور میرے پاؤں کو طاقت ور بنادے ؛

مینے اپنے ایجنٹ منشی نور احمد صاحب کو مقرر کیا ہے کہ وہ مختلف شہروں میں آپ صاحبان
کیخدمت میں آویں - اور میری طرف سے گدائی کریں اللہ تعالیٰ آپکے دلوں میں الہام کرے اور اگر
یہ کام محض اُسی کی مشیت اور منشاء کے ماتحت ہے تو آپ کے سینوں کو میری مدد کے لیئے
اور آپ کے ہاتھوں کو ایثار کے لیئے کھولدے - آمین - والسلام - پتہ نیشنل بنک آف انڈیا
۲۶ بشپ گیٹ کمال الدین

فٹ نوٹ :- ضروری نہیں کہ ہمارے بھائی شیخ نور احمد صاحب کی انتظار کریں بلکہ براہ راست
بذریعہ پوسٹل آرڈر امدادی رقم مجھے بھیجدیں - یا لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب کیخدمت میں بھیجدیں ؛

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ فروری ۱۹۱۳ء

صیغہ زکوٰۃ :- آمد ۔۔۔۔ ۵۹۱ اور خرچ ۴ - ۹ - ۴ - ۱۷۴ ہوا۔ آمد میں پانچ سو کی رقم صرف جناب ابوبکر یوسف جمال صاحب نے جدہ سے روانہ فرمائی ہے۔ باقی اللعہ روپے مختلف احباب کی طرف سے۔ یعنی جماعت احمدیہ شملہ نے عہ۔ چودھری حاکم علی صاحب چک پنیار ڈاکخانہ بھلوال نے للعہ جماعت منصوری نے ۵ اور جماعت بنگہ نے ایک روپیہ بھیجا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

یتامیٰ :- آمد ۲۰ اور خرچ ۴۰ ہوا۔ آمد میں صرف ایک ہی رقم قابل ذکر ہے۔ جو بھائی ابوبکر یوسف جمال صاحب نے جدہ سے بیس روپے کی بھیجی۔ احباب یتامیٰ کی پرورش کی طرف خیال رکھیں۔

تعلیم :- خدا کا شکر ہے کہ جیسے کہ گذشتہ رپورٹ میں اطلاع کی گئی تھی کہ طلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ میں تمام کھیلوں میں ضلع گورداسپور میں اول رہے ہیں۔ ڈویزنل ٹورنیمنٹ لاہور میں فٹ بال ہاکی میں اول نمبر پر رہے۔ جو ایک چاندی کا شیلڈ اور ہر ایک لڑکے کو ایک ایک تمغہ ملا۔ تعداد طلباء سکول ۳۰۷۔ سات سرکاری وظیفہ خواران ہیں ❊

صیغہ مقبرہ بہشتی :- دو موصیہ اس ماہ فوت ہوئیں۔ ایک قادیان میں ایک باہر۔ اول الذکر دفن مقبرہ بہشتی ہوئی۔ موخر الذکر کا کتبہ نصب کیا جاویگا۔ بارہ نئی وصایا آئیں۔ مد وصایا میں ذیل کے احباب کی طرف سے روپیہ آیا۔ مسمات کنیز فاطمہ مرحومہ ہمشیرہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدخلہ مولوی محمد علی صاحب للعہ۔ مولاداد صاحب سب انسپکٹر ریلوی پولیس گورداسپور للعہ میاں نبی بخش صاحب رفوگر سوداگر پشمینہ امرتسر عہ۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب شملہ لعہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب راولپنڈی عہ۔ حاجی عمر ڈار صاحب کشمیر عہ شیخ فضل کریم صاحب اسسٹنٹ اکونٹنٹ دہلی عہ۔ بابو عبدالحی خان صاحب پوسٹماسٹر بحاب صاحب جان زوجہ خود عہ۔ دوست خان محرر پولیٹکل سیونگ عہ ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب بذریعہ جماعت ملکوتی عہ۔ صاجو زوجہ سندی شاہ بنگہ ضلع جالندھر عہ

جھنڈو زوجہ عبداللہ بنگہ ضلع جالندھر ۱۲؎ - جانوں مرحومہ زوجہ مولا بخش صاحب بنگہ ضلع جالندھر ۱۸؎ شیخ محمد حسین صاحب بحساب ؁ ۱۹ لغایت مرحومہ لائل پور ۱۶؎ مولوی رحیم بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور ۱۶؎ -

بعض احباب مسودہ وصیت نامہ غلط لکھتے تھے جسکے درست کرانے پر بہت عرصہ خط و کتابت میں صرف ہوجاتا تھا اسلیئے بمشورہ مشیر قانونی صاحب احباب کی سہولت کیلیئے وصیت کرنیکے لیئے مسودہ چھپوایا گیا ہے - لہٰذا دفتر مقبرہ سے منگوا کر اسکے مطابق وصیت کیجاوے انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کچھ فارمیں منگا کر اپنے پاس رکھ لیں تو بوقت ضرورت سہولت ہو سکتی ہے ؁

اشاعت اسلام :- خریداران ریویو انگریزی میں ۲۲ کی اور اردو میں ایک سو کی کمی واقع ہوئی جسکی وجہ یہ ہے کہ دسمبر جنوری گذشتہ میں جملہ خریداران کے نام وی - پی کیا گیا تھا - جسکا انکاری ہو کر آیا اسکے نام رسالہ بند کر دیا گیا اس کمی کا زیادہ اثر ماہ فروری میں واقع ہوا کیونکہ رسالہ اس ماہ واپس آیا افسوس کا مقام ہے کہ جب احباب سے قیمت طلب نہ کیجاوے تو خریدار بڑھتے جاویں اور جب کبھی وصولی قیمت کا سوال اٹھے تو خریدار کم ہونے لگیں - احباب غور فرماویں کہ ایسے خریدار بننے سے کیا فائدہ جبکہ دفتر کو الٹا نقصان پہنچے - اور کیا حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرنیکے کہ ہر احمدی کو رسالہ کا خریدار ہونا چاہیئے - یہی معنے ہیں - نہیں ہرگز نہیں - اور میں زور سے کہتا ہوں کہ ایسے احباب بجائے فائدہ کے فنڈ کو زیر بار کرتے ہیں - جو رسالہ جاری کرا کر کچھ عرصہ وصول کرتے رہتے ہیں لیکن جب وی - پی بھیجا تو انکار کر کے واپس کر دیا - اس لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ حتی الوسع پیشگی قیمت لیکر رسالہ جاری کیا جاوے اور اس صورت میں تھوڑے خریدار جو پیشگی قیمت دینے والے ہوں قیمت نہ دینے والے بہت خریداران سے بہتر ہیں ؁

دفتر تعمیر :- عمارت بورڈنگ ہوس کا کام بجز روغن کے مکمل ہوا - عمارت مدرسہ کے نیچے کی منزل کی قریباً کل کمروں کی چھت پڑ چکی ہے - اندرونی پلستر اور برآمدہ کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے - کام کی رفتار بہت تیز ہے - بھٹہ کا کام زور سے چل رہا ہے -

اس ماہ ۹-۵-۱۶۵۹ آمد اور ۹-۱۳-۲۰۸۳ خرچ ہوا۔ جنمیں سے ذیل کی رقوم چندہ تعمیر میں وصول ہوئیں۔ قادیان ۱۱ [illegible]۔ شملہ [illegible]۔ حیدرآباد دکن [illegible] مونگیر [illegible]۔ لاہور [illegible]۔ پشاور [illegible]۔ منٹگمری [illegible]۔ پٹیالہ [illegible] میرٹھ [illegible]۔ بنگہ [illegible]۔ لائل پور [illegible]۔ سڑوعہ [illegible]۔ علیگڈھ [illegible] ڈیرہ غازیخان [illegible]۔ منصوری [illegible] گلگت [illegible]۔ غوث گڈھ [illegible]۔ انبالہ [illegible] بنگلور [illegible] از مختلف احباب [illegible]

گذشتہ دنوں جو اپیل چندہ تعمیر کی وصولی کے لیئے کی گئی تھی۔ اسپر جناب شیخ تیمور صاحب ایم۔اے پروفیسر و اسسٹنٹ ٹیوٹر علیگڈھ کالج نے جو کارروائی کالج کے چند ایک احمدی طلباء میں جو اکثر انہیں سے غریب تھے کی وہ قابل رشک ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے بھی کہ طلباء خواہ امیر ہوں یا غریب انکی جیب اس قسم کے اخراجات کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اسلیئے میں دیگر احباب کی اطلاع کے لیئے وہ چیٹھی جو وہاں سے موصول ہوئی درج کرتا ہوں۔ تا احباب کو اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرنیکا موقع ملے کہ ہر طبقہ میں اسکے فضل سے کیسے کیسے مخلص احباب موجود ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب والا کی دردمند اپیل سکول کی عمارت کے بارہ میں جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچی۔ انہوں نے جمعہ گذشتہ میں بڑے زور سے تحریک فرمائی۔ اور احمدی طلباء کے ذہن نشین کیا۔ کہ جسطرح دنیا میں کھانا پینا اور دیگر ضروری چیزیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قومی کام ایسی ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ آپ سب کو چاہیئے کہ عمارت کے فنڈ میں پیٹ کاٹکر بھی چندہ دیں۔ انہوں نے چندہ کے ضروری مقاصد و اغراض کی طرف توجہ دلائی انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ قومی سکول کے لیئے آپ سے چندہ مانگا جاتا ہے۔ وہ قومی سکول جس میں ہمارے بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ جسمیں آیندہ تعلیم حاصل کرینگے وہ نامکمل ہے۔ آپنے بڑے زور سے اس بات کی طرف توجہ کرائی۔ کہ ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ اتنا چندہ دے۔ کہ اسکو دینے میں بھی تکلیف محسوس ہو۔ الغرض جناب شیخ صاحب کی تقریر اور جناب والا کی اپیل نے بڑا اثر کیا۔ چنانچہ شیخ صاحب نے مبلغ ۱۰۰ روپیہ جو بائیسکل کے لیئے رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ انکو شہر سے کالج پیدل آتے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ عمارت فنڈ میں دے دیا۔ اور کہا۔ کہ خدا تعالیٰ نے دو ٹانگیں دی ہوئی ہیں۔ وہ کافی ہیں۔ بائیسکل کی بابت پھر دیکھا جائیگا۔ چنانچہ ایک کمیٹی

چندہ کی بنائی گئی۔ چندہ فراہم کیا گیا۔ احمدی طلباء نے بھی ایثار کا پورا ثبوت دیا۔ اور بعض غریب طلباء نے اپنی حیثیت سے بہت ہی زیادہ چندہ دے دیا۔ بعض نے اپنا ناشتہ کم دیا۔ اور روپیہ عمارت فنڈ میں دیدیا۔ یہاں کُل احمدی طلبا سترہ ہیں۔ اور بعض ہم سے بہت ہی غریب ہیں تاہم کل چندہ بمع شیخ صاحب کے چندہ کے ۱۸۸ روپے ۴ آنہ کا وعدہ ہُوا۔ امید ہے۔ کہ مبلغ ۲۰۰ روپیہ تک اسکی تعداد پُہنچ جائیگی۔ جسمیں مبلغ ۲۶ روپیہ اسوقت فراہم ہوگیا جو آج کی ڈاک میں محاسب دفتر کی خدمتمیں بھیجا جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ باقی روپیہ یا تو مارچ کے شروع میں یا اسکے وسط میں بھیجدیا جائیگا۔ یعنی باقی روپیہ یا تو ایک قسط میں بھیجدیا جائیگا ورنہ دو میں۔ ہماری علیگڑھ کالج کی ایک چھوٹی سی انجمن ہے۔ لیکن یہاں کام بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ دعا فرماویں کہ خدائے تعالیٰ ہمیں اپنے کاموں میں استقلال دے۔ آمین۔ ثم آمین ؂

خاکسار تابعدار غلام مصطفےٰ[1] سٹوڈنٹ بی۔ اے کلاس۔ سکرٹری انجمن احمدیہ علیگڑھ

مدرسہ احمدیہ :۔ اس ماہ ایک لڑکا نیا داخل ہُوا تین خارج ہوئے۔ فروری کے اخیر تعداد طلباء ۸۹ تھی۔ امتحان مدرسہ شروع ہونے والے ہیں ؂

دفتر سکرٹری :۔ خدا کا شکر ہے کہ رسالہ "مسلم انڈیا" کا پہلا نمبر جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت میں ماہواری نکالنا شروع کیا ہے۔ آج ۱۶۔ مارچ کے دن بفضلِ خدا پہنچ گیا ہے۔ خواجہ صاحب کا منشاء اسے اُردو میں بھی شائع کرنیکا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکا حامی ہو اور اسمیں برکت ڈالے۔ آمین۔ یہ وقت ہے کہ احباب مال سے اور دعا سے اُنکی مدد فرماویں اسوقت تک جن احباب کی طرف سے اس رسالہ کی امداد میں دفتر سکرٹری میں روپیہ موصول ہُوا ہے اُنکے نام نامی حسب ذیل ہیں :۔ ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب مونہ ریمونٹ ضلع شاہپور صہ منشی غلام علی صاحب مدرس حاصلانوالہ ضلع گجرات عہ۔ نامعلوم الاسم ۵ؔ۔ نامعلوم الاسم معرفت مولوی محمد علی صاحب قیمت زیور ۱۳ؔ۔ مولوی محمد الدین صاحب مقیم مسجد جامع میاں صاحب شادیوال خورد ضلع گجرات ۱ؔ۔ بابو فیروز علی صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر مسہ کسوال عاؔ۔ آئندہ ایسی رقوم اس جگہ درج ہوتی رہیں گی حضرت خلیفۃ المسیحؑ ایک روز درس میں فرماتے تھے کہ اسوقت میری تین بڑی خواہشیں ہیں ایک[1] یہ کہ قرآن مجید

کے درس کیلئے وسیع کمرہ ہوا سپر گیارہ ہزار کے قریب خرچ ہوتا ہے۔ (۲) ترجمہ قرآن مجید انگریزی میں چھپوانا ہے (جو مولوی محمد علی صاحب نے تیار کیا ہے) اسکے لئے پچیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ (۳) رسالہ "مسلم انڈیا" کی اشاعت کے لئے تین ہزار روپیہ چاہیئے جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت میں نکالنا ہے۔ اور یہ جھوٹ ہے کہ وہ اپنے کسی کام و لایت گئے ہیں۔ یا در پردہ انجمن سے روپیہ لے کر گئے ہیں یا کسی تاجر نے پریوی کونسل میں کسی مقدمہ کیلئے بھیجا ہے مجھے سب حال اور اصل حال معلوم ہے۔ وہ محض دین کی خاطر وہاں ٹھہرا ہوا ہے سوائے اسکے اسکا وہاں کوئی کام نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے یہاں ہیں۔ انکے اخراجات کتنے ہیں ہوی ہے نہیں۔ پس میں جملہ احباب کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے کام میں خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹاؤ۔ آپ لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ اسلامی جھنڈا ولایت میں کھڑا کیا جاوے۔ خدا نے محض اپنے فضل سے یہ دن دکھایا۔ بلا صرف کثیر کے محض تھوڑی سی کوشش پر مفت میں اجر عظیم ملتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور لاپروائی سے کام نہ لو۔

انجمن احمدیہ سیالکوٹ نے جس لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں سات روپے ماہوار کا وظیفہ دینا منظور کیا تھا اس کے متعلق یہ اطلاع دی ہے کہ سال بھر کا وظیفہ پیشگی جمع کرانے کی تجویز منظور ہوئی ہے۔ ذیل میں احباب کی توجہ کے لیئے ایک سرکل کی نقل دیجاتی ہے۔ جو ہر انجمن میں علیحدہ بھی بھیجا گیا ہے۔ اور التماس ہے کہ جلد اسکے متعلق کارروائی کر کے مطلع فرماویں۔

(۱) مجلس معتمدین نے (یہ معلوم کر کے کہ بعض انجمنیں ضروریات مقامی کو صدر مقام کی ضروریات پر جو دراصل ضروریات سلسلہ ہیں۔ مقدم کر رہی ہیں)۔ اپنے رزولیوشن ۵۸۵ مورخہ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ جملہ انجمنوں کو ہدایت کیجاوے کہ مقامی ضروریات پر سلسلہ کے چندوں کو مقدم کیا جاوے۔ اور صدر انجمن کیلئے جسقدر چندہ ہوا کرے۔ اسکے آٹھویں حصہ سے زیادہ مقامی ضروریات پر خرچ نہ کیا جاوے۔ مگر جیسے کہ پہلے اطلاع دیگئی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مقامی ضروریات پر

صدر انجمن کے چندوں سے کچھ نہ خرچ کیا جاوے۔ وہ رقم پوری کی پوری ہر ماہ یہاں پہنچنی چاہیئے اور مقامی ضروریات کیلئے علیحدہ چندہ کیا جاوے۔ جنہیں سے سوائے کسی خاص صورت کے پیش آجانے کے عموماً اوپر کی نسبت سے زیادہ خرچ نہ کیا جاوے۔

(۲) مندرجہ ذیل امور کانفرنس انجمن ہائے احمدیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں پیش ہوئے تھے۔ جنپر اکثر احباب نے بڑے زور سے تائید کی تھی۔ اور باتفاق رائے فیصلہ ہُوا تھا۔ کہ سکرٹری و پریزیڈنٹ صاحبان اپنی اپنی انجمن میں واپس جاکر ان امور کو پیش کر کے فیصلہ سے اطلاع دیں۔ مگر سوائے اسکے کہ امر الف کے متعلق انجمن احمدیہ سیالکوٹ نے اطلاع دی ہے۔ کہ کانفرنس کی تجویز کے مطابق سات روپے ماہوار کا وظیفہ جاری کر کے سال بھر کا وظیفہ مبلغ للعہ پیشگی خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرنا منظور کرلیا ہے۔ اور کسی جگہ سے ابتک کوئی آواز نہیں اُٹھی۔ مَیں علی الخصوص ان احباب کو اسوقت مخاطب کرتا ہوں۔ جو بحیثیت ریپریزنٹیٹو اپنی انجمن کی طرف سے کانفرنس میں ہی کلی فیصلہ کرتے تھے۔ کہ ہماری انجمن کی طرف سے اسقدر ماہوار وظیفہ لکھ لیا جاوے۔ مگر اسوقت بہ نظر احتیاط و باتفاق رائے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ مشورہ کر کے اطلاع دینی ممکن ہے۔ کہ مشورہ میں زیادہ رقم مقرر ہو اب مجھے امید ہے کہ ہر جگہ توجہ کر کے بعد کارروائی اطلاع دیجاوے گی۔

الف۔ سب انجمنیں اپنے مقامی چندوں میں ایک رقم مدرسہ احمدیہ کے وظائف کے لیئے دیں۔

ب۔ جملہ انجمنہائے احمدیہ کوشش کریں کہ مدرسہ احمدیہ میں اپنے خرچ پر تعلیم پانیوالے لڑکے بھجولئے جاویں۔

ج۔ جملہ انجمنوں کو دو پیسے فی روپیہ والی تجویز چندہ پر عملدرآمد کرنیکے لیئے از سرِ نو کوشش کرنی چاہیئے۔

د۔ تجویز میر حامد شاہ صاحب کہ بڑی بڑی انجمنوں میں حساب کتاب باقاعدہ رکھنے کے لیئے کچھ الاؤنس دیا جانا منظور کیا جاوے۔ پیش ہو کر قرار پایا کہ اگر کوئی انجمن تحصیل چندہ یا حساب و کتاب کے درست رکھنے کے لیئے یہ ضرورت محسوس کرے۔ کہ الاؤنس یا تنخواہ پر

کام لے - تو اسے ایسا کرنے کی اجازت دیجانی مناسب ہے - بشرطیکہ تین سو روپے سے کم چندہ سالانہ اس انجمن کا نہ ہو - اور اڑھائی فیصدی چندہ وصول شدہ سے زیادہ ایسا الاؤنس یا تنخواہ نہ دیجاوے - نیز یہ بھی فیصلہ ہُوا - کہ ایسا الاؤنس مقامی چندہ سے دیا جاوے -

(۳) چونکہ یہ ضروری ہے کہ جملہ انجمنوں میں ایک طرز پر حساب وکتاب رکھا جاوے - اسلئے ہر انجمن میں روزنامچہ آمد وخرچ - کھاتہ ممبران - رسید بک یہ تین رجسٹر ضرور ہونے چاہییں - اس سے زیادہ حسب ضرورت رکھے جا سکتے ہیں - لہٰذا اسکے متعلق یہ ضروری ہدایت جاری کیجاتی ہے - کہ جہاں یہ رجسٹر نہیں ہیں وہاں منگوا کر رکھے جاویں - اور انہی پر حساب کھولا جاوے - قیمت روزنامچہ ۳ مر دستہ کھاتہ ممبران ۶ مر دستہ رسید بک علاوہ محصول ڈاک ۴ مر سو فارم اگر اپنی جگہ پر چھپوانا چاہیں - تو نمونہ کے فارم منگوالیں - مگر خرچ زیادہ ہوگا - بہرحال رجسٹر ضرور رکھوے جاویں - اور یہاں سے مطبوعہ جملہ رجسٹر منگوائے جاویں - تو بہتر ہے - جملہ امور کے متعلق مناسب کارروائی کرکے جلد مطلع فرماویں ۞

دفتر محاسب :- کل آمد ۳-۳-۹۴۴۹۷ اور خرچ ۰-۰-۱۰-۱۸۳۶۴ یعنی اڑھائی گنا کے قریب زیادہ ہُوا - جسکی وجہ عمارت کا کام زور سے چلانا ہے - کیونکہ اس سال یعنی مارچ کے اندر اندر بقیہ پندرہ ہزار کی رقم گورنمنٹ سے ساٹھ ہزار کا خرچ دکھا کر حاصل کرنی تھی اور جب تک اسقدر رقم کا خرچ نہ دکھایا جاتا رقم نہ ملتی تھی اسلئے بھی کام کو اعلیٰ پیمانہ پر رکھا گیا - چنانچہ خدا کے فضل سے سرٹیفیکٹ حاصل کرکے بھیجا گیا - اور پندرہ ہزار کا بل موصول ہوگیا ہے - اور چند روز تک انشاء اللہ روپیہ پہنچ جانے کی اُمید ہے ۞ میں ساری جماعت کی طرف سے گورنمنٹ عالیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے چھبیس ہزار دو سو کی رقم عمارت بورڈنگ کے لیئے اور بیس ہزار کی رقم عمارت مدرسہ کے لیئے عطا فرما کر بڑی بھاری امداد کی اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے - آمین - اب میں اپنے دوستوں کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ اپنی ہمتوں کو بلند کرو - اور اس عمارت کو مکمل کرنے کی فکر کرو - جنہوں نے وعدے کیئے ہیں وہ ایفا کریں - اور جنہوں نے اب تک نہیں کیئے

وہ بھی مہربانی فرماکر عمارت کے لیئے چندہ دیکر ثواب حاصل کریں۔

جناب مولوی محمدؐ سعید صاحب اول مدرس حیدرآباد نے گرد و نواح میں دورہ کرکے چندہ عمارت کے لیئے نو سو روپیہ جمع کرکے ارسال فرمایا ہے۔ اور ابھی اور بھیجنے کی اُمید دلائی ہے۔ اگر اور احباب بھی مولوی صاحب کی تقلید کریں اور ہمت بلند کرکے سفر کی تکلیف گوارہ فرماویں تو انشاءاللہ تعالیٰ کام جلد مکمل ہوسکتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے؛

شفاخانہ:۔ اس ماہ کل مریض ۱۱۰۶ آئے۔ جن میں سے نئے مریض ۴۱۷ تھے مائیز اپریشن ۴ ہوئے؛

بیت المال:۔ روزانہ کھانا کھانے والوں کی تعداد قریباً ۴۶۴ ہے۔ لنگرخانہ کا قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے اسوقت قریباً اڑھائی ہزار سے زیادہ ہے۔ اسلیئے احباب سے التماس ہے کہ یکمشت چندہ سے لنگرخانہ کی امداد فرماویں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں بھی مقروض ہوجایا کرتا تھا تو آپ کے محب اسی طرح اسے اُتارنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر بھی قریباً ہمیشہ ایسا قرضہ بے باق کرنیکے لیئے یکمشت چندہ کیا جاتا رہا ہے جو اس سال نہیں کیا گیا یہ بھی قرضہ بڑھنے کی ایک وجہ ہے پس اگر وہی رقم اب بھیجدیں تو بوجھ ہلکا ہوسکتا ہے؛

محمدؐ علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

مزارات اولیائے کرامؒ دہلی حصہ اوّل۔ مؤلفہ جناب مولوی محمدؐ عالم شاہ صاحب فریدی دہلوی مولوی صاحب موصوف نے بہت سی تاریخ کی کتابوں اور اولیاء اللہ کے حالات سے اور دیگر ذرائع سے جسقدر حالات جمع ہوسکتے تھے اُنکو نہایت صحت اور سعی کیساتھ ایک جگہ جمع کیا ہے اور مزارات کا صحیح صحیح پتہ و نشان دیا ہے اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں جو شائع ہوچکا ہے مزارات دہلی کہنہ مع مضافات درج ہیں۔ اس میں ۱۰۶ بزرگوں کے مختصر حالات ہیں ۱۰۴ صفحہ کی کتاب قیمت ۶ر۔ دوسرے حصہ میں جو ابھی طبع نہیں ہوا مزارات دہلی شاہجہان آباد کا صرف ۲ ہے غرضیکہ یہ کتاب زائرین کے لیئے ایک اچھی گائیڈ بک ہے اور مؤلف سے اس پتہ پر مل سکتی ہے۔ دہلی۔ تراہا بیرم خاں محلہ مفتی صاحب۔

بقایا صیغہ جات یکم مارچ سنہ ۱۹۱۳ء

مد	رقم
تعلیم	۴۹۰۶-۱۰-۳
اشاعت	۵۳۹۵-۱۲-۹
مقبرہ	۵۴۷-۰-۱
یتامیٰ	۱۴۶-۲-۲
مساکین	۱۴۱۸-۱-۲
زکوٰۃ	۳۳۶۲-۱۳-۵
بورڈان ہائی	۱۶۱-۳-۱۱
ر احمدیہ	۱۷۹-۶-۹
امانت	۳۹۹۵-۱۲-۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲-۲-۶
میزان	۲۴۰۲۵-۲-۹
منہا کردہ فاضل	۵۹۶۶-۵-۸
باقی	۱۸۰۵۸-۱۲-۱
منہا کردہ پیشگی	۱۴۰۷۴-۹-۶
باقی نزد امین	۳۹۸۴-۲-۷

تفصیل فاضل

مد	رقم
تعمیر	۱۹۹۴-۱۴-۸
متفرقات	۵۳۸-۲-۱۰
مدرسہ احمدیہ	۸۰۲-۲-۱۰
بیت المال	۲۶۳۱-۱-۴
میزان	۵۹۶۶-۵-۸

تفصیل پیشگی

مد	رقم
تعمیر	۹۷۷۶-۹-۶
اشاعت	۱۲۰۰-۰-۰
بیت المال	۳۹۹-۰-۰
مقبرہ	۲۷۰-۰-۰
متفرقات	۸۴۵-۰-۰
تعلیم	۱۲۸۴-۰-۰
مدرسہ احمدیہ	۳۰۰-۰-۰
	۱۴۰۷۴-۹-۶

اطلاع :- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ۔

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔